

خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَ أَبِي بِنِ كَعْبٍ  
قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور ﷺ

پہاڑ قاری

سورۃ محمد

تالیف محمد فیاض حسینی

پروگریسو بکس





خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي بَنْ كَعْبٍ

قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حَضْرَتِ

پیمبرِ قاری

تالیف

محمد رفیع اسلمی

یوسف ناریٹ، غزنی سٹریٹ  
اردو بازار، لاہور

فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

پروگریسو بکس

جميع حقوق الطبع محفوظ للناشر  
جميع حقوق ناشر محفوظ هيـن

# حضرت کے چار قاری

تالیف محمد فیاض حسینی

بار اول	جون 2018	297,9922
پرٹرز	آصف صدیق، پرٹرز ف	95
سرورق	الناصح گرافکس	0333-4951246
تعداد	600/-	142395
ناشر	چوہدری غلام رسول - میاں جواد رسول میاں شہزاد رسول	
قیمت	= / روپے	

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل بیت رضویہ  
042-37112941  
0322-8136778

ملت پہلی گیشور  
فیصل مسجد اسلام آباد 051-2254111  
E-mail: millat\_publication@yahoo.com

شوروم ملت پہلی گیشور  
دوکان نمبر 5- مکہ سنٹر نیوار دو بازار لاہور 0321-4146464  
Ph: 042-37239201 Fax: 042-37239200

پروگریسیو بکس  
لاہور بازار لاہور  
فون 042-37124354 فیکس 042-37352795

## فہرست

صفحہ	عنوانات
9	❖ حمد باری تعالیٰ
10	❖ نعت رسول مقبول ﷺ
11	❖ انتساب
12	❖ تقریظ
14	❖ مقدمہ
15	❖ نبی کریم ﷺ کا حالت جلوس میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا
15	❖ حالت سواری میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا
16	❖ حالت قیام میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا
16	❖ آپ ﷺ بسا اوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے
17	❖ نبی ﷺ ہر سال جبریل امین کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے
18	❖ کبھی نبی ﷺ اپنے بعض ماہر و متعین صحابہ کو قرآن سناتے تھے
19	❖ اور آپ ﷺ ماہر قراء سے قرآن سیکھنے کا حکم فرماتے تھے
19	❖ نبی ﷺ اپنے علاوہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے
21	❖ نبی ﷺ قراءت میں خلل نہ ڈالنے کا حکم دیتے تھے
26	❖ صحابی کی تعریف
27	❖ صحابی کی اصطلاحی تعریف
27	❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی ﷺ میں

- 29 ❖ قرآن مجید میں مقام صحابہ
- 30 ❖ احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام
- 32 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت
- 33 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد
- 34 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ
- 34 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ
- 36 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سرِ اِپادب اور پیکرِ تقویٰ
- 36 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر و گناہوں سے محفوظ رہنا
- 37 ❖ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے
- 38 ❖ ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے

### 1- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

- 45 ❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست
- 45 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف
- 46 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن
- 46 ❖ قرآن و سنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے
- 46 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ
- 58 ❖ رازدان رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- 59 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب
- 60 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارک
- 61 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظر میں
- 64 ❖ چار شخصیات سے قرآن سیکھو

- 65 ❖ میری دعا قبول ہوگئی
- 65 ❖ عادات و اخلاق میں نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قریب
- 66 ❖ خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- 66 ❖ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت
- 72 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت
- 73 ❖ غزوہ بدر
- 74 ❖ غزوہ بدر کے اسباب
- 74 ❖ حملہ کی تیاری
- 75 ❖ ابوسفیان کا حزم و احتیاط
- 75 ❖ نبی کریم ﷺ کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ
- 76 ❖ اللہ کی مدد اور جنگ
- 76 ❖ اہل بدر کی تعداد
- 79 ❖ بدری فرشتے
- 79 ❖ شہدائے بدر
- 79 ❖ حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ
- 80 ❖ حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ
- 80 ❖ حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ
- 80 ❖ حضرت عاقل رضی اللہ عنہ
- 81 ❖ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ
- 81 ❖ حضرت مجع بن صالح رضی اللہ عنہ
- 81 ❖ حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ



- 82 ❖ حضرت بشر الصاری رضی اللہ عنہ
- 82 ❖ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ
- 82 ❖ حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
- 82 ❖ حضرت رافع رضی اللہ عنہ
- 82 ❖ حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ
- 83 ❖ حضرت عوف رضی اللہ عنہ
- 84 ❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ
- 84 ❖ اہل بدر کے فضائل
- 85 ❖ خواص و برکات
- 94 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال
- 95 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ
- 95 ❖ فقیہ امت کی احتیاط
- 96 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث
- 106 ❖ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب
- 108 ❖ کوفہ حدیث و فقہ کی تعلیم کا مرکز
- 109 ❖ حضور ﷺ سے منسوب اشیاء سے محبت
- 110 ❖ نعلین مصطفیٰ ﷺ
- 114 ❖ آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا
- 117 ❖ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو جہل
- 118 ❖ ابو جہل کا قتل
- 119 ❖ امیہ بن خلف کا قتل



❖ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہد صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء 119

❖ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار 119

❖ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان 120

❖ ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا 121

❖ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام 121

❖ حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں 121

### 2- حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ

❖ نام، نسب 123

❖ اسلام و ہجرت 123

❖ غزوات 125

❖ شہادت 125

❖ صحابی رضی اللہ عنہ! جن کے علم کا اعتراف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا 126

❖ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی 126

### 3- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

❖ نام و نسب 128

❖ قبول اسلام 128

❖ فضائل و مناقب اور قوت اجتہاد 128

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال 133

❖ فضائل و مناقب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ 133

❖ یمن کے گورنر 135

❖ حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا 139



#### 4- سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

140	❖ نام و نسب
140	❖ ابتدائی حالات
141	❖ قبول اسلام
141	❖ مواخات
141	❖ غزوات میں شریک
141	❖ تدوین قرآن
141	❖ وصال
142	❖ فضائل و مناقب
143	❖ مقام فقہ و اجتہاد
144	❖ تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد
146	❖ وفات حسرت آیات
161	❖ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ احادیث بخاری کی روشنی میں
162	❖ سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص
163	❖ نماز تراویح کے پہلے امام
165	❖ حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع
165	❖ دوران خلافت عدالت میں پیشی
167	❖ یادداشت





## حمد باری تعالیٰ

یا الہی ہر جگہ تیری عطاء کا ساتھ ہو  
جب پڑے مشکل، وہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو  
شادی دیدارِ حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے  
صاحبِ کوثر وہ جو د و سخا کا ساتھ ہو

یا الہی گرمیِ محشر سے جب بھڑکیں بدن  
دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں  
عیب پوشِ خلقِ ستارِ خطا کا ساتھ ہو

یا الہی رنگ لائیں جب مری بے باکیاں  
اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

یا الہی جو دعائے نیک میں تجھ سے کروں  
قدسیوں کے لب سے آئیں ربنا کا ساتھ ہو

یا الہی جب رضا خوابِ گراں سے سہرا اٹھائے  
دولتِ بیدارِ عشقِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو





## نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

کونین میں یوں جلوہ نما کوئی نہیں ہے  
اللہ کے بعد اُن سے بڑا کوئی نہیں ہے

مانگو تو ذرا اُن کے توسط سے کبھی کچھ  
مقبول نہ ہو ایسی دُعا کوئی نہیں ہے

کام آئی سرِ حشر، محمدؐ کی شفاعت  
سب کہتے ہیں جا تیری خطا کوئی نہیں ہے

ہر چند نبی عیسیٰ و موسیٰ بھی ہیں، لیکن  
محبوبِ خدا، اُن کے سوا کوئی نہیں ہے

اللہ نے سو حسن دیئے نوعِ بشر کو  
یوں نور کے سانچے میں ڈھلا کوئی نہیں ہے

دل اُن کا ہے، اس دل میں وہی جلوہ فگن ہیں  
اب اُن کے علاوہ بخدا کوئی نہیں ہے

اُمت میں ہوں اُن کی جو ہیں رحمتِ عالم  
کیوں حشر کا ڈر ہو، میرا کیا کوئی نہیں ہے؟

اس دور پہ اے ختمِ رسلِ چشمِ کرم ہو  
راہزن ہیں بہت، راہنما کوئی نہیں ہے

پڑھتے رہو دن رات نصیرِ اُن کا وظیفہ  
ایسا عملِ رُڈ بلا کوئی نہیں ہے



## انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اپنے والدین اور جگر گوشہ ضیاء الامت، عکس  
 ضیاء الامت صاحبزادہ والا شاہ پیر ڈاکٹر محمد ابوالحسن الازہری صاحب  
 کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کی دعاؤں اور شفقتوں سے بندہ ناچیز  
 ان نفوس قدسیہ جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان چار سے  
 قرآن سیکھو کی حیات طیبہ اور ان نفوس قدسیہ کے شاگردوں پر گفتگو کرنے  
 کے قابل ہوا ہوں





## تقریظ

حضرت علامہ محمد فیاض چشتی پاکستان کے ممتاز محقق بااعتماد مورخ اور صاحب طرز ادیب ہیں، علمی حلقے ان کی نگارشات کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ طلباء و علماء بڑے شوق سے ان کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے ہیں، لیکن ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار قاری“ لکھ کر انہوں نے اپنے آپ کو زندہ و جاوید بنا دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم ان چار سے سیکھو۔

سیرت نگاری ہمارے درخشاں ماضی کا ایک قیمتی باب خلفائے راشدین، شہداء، عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محدثین، اہل بیت اطہار کے چشم و چراغ، علماء و اولیاء۔ الغرض ہر زمانے کے سیرت نگاروں نے زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے ملت کے قابل قدر افراد کے علمی و عملی، تحقیقی و تخلیقی کارناموں کو اپنے اسفارِ جلیلہ میں بڑی امانت اور سلیقہ سے محفوظ کر لیا ہے تاکہ آنے والے نسلیں اپنے اسلاف کے زرین کارہائے نمایاں کو بھی یاد رکھیں اور اپنے مضمحل قوی اور افسردہ ذہنی صلاحیتوں کو ان سے تازہ خون مہیا کر کے نئی زندگی سے بہرہ کرتی رہیں تاکہ وہ رزم گاہ حیات میں اپنا ملی و مذہبی فریضہ نہایت احسن طریق سے سرانجام دے سکیں۔

ان ذخائر سیرت میں سے ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار قاری“ کی شان نزالی ہے اس کا مطالعہ اطاعت پیغمبر اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حقائق کے نور سے منتشر اذہان کو حقیقت آشنا بناتا ہے۔

اس کتاب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یاب ہو کر دنیا کو فیضیاب کرنے والی مقدس ہستیوں کے حالات زندگی کے درخشاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔



علامہ محمد فیاض چشتی کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے حضور سلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کہ ”قرآن کریم ان چار مقدس ہستیوں سے سیکھو“ ان چاروں کے حالات زندگی کو یکجا کر دیا ہے تاکہ تشنگان علم ان مقدس ہستیوں کی سیرت کے مختلف پہلوؤں سے روشنی حاصل کر کے قرآن مجید جیسی مقدس کتاب کے انوار و تجلیات کو اپنے دامن میں سمیٹ سکیں۔

ان مقدس ہستیوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مصنف کی اس کاوش کو مقبول عام بنائے اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سیرت صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے طالب علموں کے لئے راہنمائی کا سبب بنائے آمین ثم آمین۔

طالب دعا

احقر

خادم حسین معصومی



## مقدمہ

الحمد لله رب العالمی والصلوة والسلام علی رسولہ الکریم اما بعد  
 سلام علی من اتبع الهدی وسلام علی من قال یا رسول الله ﷺ  
 اما بعد فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم ۱ بسم الله الرحمن الرحیم  
 ۲ وَمَا كَانَ السُّؤْمُنُونَ لِيُنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرًا مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ  
 لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ  
 عَنْ مَسْرُوقٍ ذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَقَالَ لَا اَزَالُ  
 اُحِبُّهُ سَبَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ  
 مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَسَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِي بِنِ كَعْبٍ ۳ صدق  
 الله العظيم وصدق رسولہ النبی الکریم

سب تعریفیں اس بزرگ و برتر خلاق عالم کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو مرتبہ  
 کمال تک پہنچانے والا ہے اور درود لا محدود سید عالم ﷺ کی ذات اقدس  
 ہے جو باعث وجہ تخلیق کائنات ہے اور جس ذات مقدسہ کے وجود مسعود کا  
 صدقہ اور جس کی پیروی کرنے سے جنت کی اعلیٰ نعمتوں کا حصول ممکن ہوتا ہے  
 اور جس کی پیروی راہ حق کے مسافروں کے باعث تسکین و اطمینان ہے۔

مسروق نے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا  
 اور کہا کہ اس وقت سے ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی ہے جب سے میں نے  
 آنحضرت کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبد اللہ بن



مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں۔ (بخاری حدیث ۴۹۹۹)

نبی کریم ﷺ بیٹھ کر، کھڑے رہ کر، چلتے ہوئے اور حالت سواری تمام حالتوں میں قرآن پڑھتے تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے: الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ

(آل عمران: ۲۱۱)

جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے۔

ابن جریج کہتے ہیں: آیت بالا میں ذکر سے نماز اور غیر نماز میں اللہ کا ذکر کرنا اور قرآن پڑھنا مراد ہے۔

### نبی کریم ﷺ کا حالت جلوس میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ وہ ایک رات نبی ﷺ کی زوجہ میمونہ کے گھر میں رہے اور وہ ان کی خالہ ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ ﷺ اور آپ کی زوجہ اس کے طول میں لیٹیں، رسول اللہ ﷺ سو گئے، جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس سے کچھ بعد، تو رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے اور نیند میں اپنے چہرہ کو اپنے ہاتھ سے ملتے ہوئے بیٹھ گئے، پھر سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں آپ نے پڑھیں، اس کے بعد ایک لنگی ہوئے مشک کی طرف (متوجہ ہو کر) آپ کھڑے ہو گئے اور اس سے وضو کیا، اس کے بعد نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔

### حالت سواری میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فتح مکہ کے دن میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹنی پر سوار دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورہ فتح پڑھ رہے تھے۔

### حالت قیام میں نبی ﷺ کا قرآن پڑھنا

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن اپنی بہن سے روایت کرتی ہیں کہ انھوں نے کہا: میں نے سورۃ ق والقرآن البجید جمعہ کے دن رسول اللہ ﷺ سے سیکھی (یعنی حفظ کی) جسے آپ ہر جمعہ کو منبر پر پڑھتے تھے۔

### آپ ﷺ بسا اوقات ٹیک لگا کر بھی قرآن پڑھتے تھے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ ہم (ازواج مطہرات) میں سے کسی کے گود میں سر رکھتے تھے اور قرآن پڑھتے تھے جبکہ وہ حیض سے ہوتی تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ میرے گود میں ٹیک لگاتے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی، پس آپ (اس دوران) قرآن پڑھتے تھے۔

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حیض والی عورت یا کسی نجات کی جگہ سے قریب قرآن کی تلاوت کی جاسکتی ہے۔ نبی کریم ﷺ قرآن کا مستقل دور فرمایا کرتے تھے اور کبھی بھی اپنے معمول کو ترک نہیں فرماتے تھے۔

حضرت اوس بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کے بعد ہمارے ہاں روزانہ تشریف لاتے اور بات چیت کرتے تھے، ابو سعید کہتے ہیں: آپ اپنے پاؤں پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے اور زیادہ دیر کھڑے رہنے کی وجہ سے کبھی ایک پاؤں پر زور دے کر کھڑے ہوتے کبھی دوسرے پر، اور آپ ﷺ بالعموم اپنی قوم قریش کے ساتھ گزرے حالات بیان کرتے، فرماتے: ہم مکے میں برابر نہ تھے، بلکہ کمزور و ناتواں تھے، جب ہم مدینے آگئے تو ہم میں اور ان میں لڑائی شروع ہوگئی، کبھی ہم ان پر



غالب آتے کبھی وہ، ایک رات آپ ﷺ نے اپنے مقررہ وقت پر آنے میں تاخیر کر دی تو ہم نے کہا آج آپ تاخیر سے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: میرا ایک جزء قرآن کا رہتا تھا، میں نے اس کی تلاوت مکمل کیے بغیر آنا پسند نہ کیا۔ اوس کہتے ہیں: میں نے اصحاب رسول ﷺ سے معلوم کیا کہ آپ لوگ قرآن کے حصے کس طرح کرتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ پہلا حصہ تین سورتوں کا، (بقرہ، آل عمران اور نساء) دوسرا حصہ سات سورتوں کا (مائدہ سے براءۃ تک) تیسرا حصہ سات سورتوں کا (یونس سے نحل تک) چوتھا حصہ نو سورتوں کا (بنی اسرائیل سے فرقان تک) پانچواں حصہ گیارہ سورتوں کا (شعراء سے یس تک) چھٹا حصہ تیرہ سورتوں کا (صافات سے حجرات تک) اور ساتواں حصہ مفصل کا (یعنی ق سے الناس تک)۔

ابن الہباد بیان کرتے ہیں کہ نافع بن جبیر بن مطعم (تابعی) نے مجھ سے پوچھا کہ تم کتنے دنوں میں قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا ہوں، تو نافع نے کہا کہ اس طرح مت کہو کہ میں اس کے حصے نہیں کرتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے: میں نے قرآن کا ایک جزء (حصہ) پڑھا۔

حزب (حصہ) کا مطلب ہے بطور ورد اور وظیفے کے کوئی حصہ مقرر کر لینا، ابن الہباد نے ایسا کرنے سے انکار کیا، جس پر نافع نے کہا: اس کے انکار کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ حصے حصے کر کے قرآن پڑھنا خود نبی ﷺ سے ثابت ہے۔ لہذا قرآن کریم کے جو حصے (ربع، نصف، ثلث، رکوع اور جزء یعنی پارہ) بنے ہوئے ہیں، یہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ نہیں ہیں لیکن یہ عوام کی آسانی کے لیے بنائے گئے ہیں۔

نبی ﷺ ہر سال جبریل امین کے ساتھ قرآن کا دور فرماتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہر سال (رمضان) میں ایک مرتبہ حضرت جبریل کو قرآن سناتے تھے اور جس سال نبی ﷺ کی وفات ہوئی

اس سال آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔

اور آپ ہی سے مروی ہے، فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور خاص طور پر رمضان میں جب جبرائیل آپ ﷺ سے ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور جبرائیل آپ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے اور قرآن کا دور کرتے، نبی ﷺ بھلائی پہنچانے میں ٹھنڈی ہوا سے بھی زیادہ سخی تھے۔

شارح مسلم امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس حدیث سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس میں آپ ﷺ کی جود و سخاوت کی اعلیٰ سطح کو بیان کیا گیا ہے، آپ کے اس معمول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمضان میں کثرت سے خیر و خیرات کرنا مستحب ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنے اور ان کی جدائی سے انسان میں خیرات اور عمل خیر کو کثرت سے کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور تیسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ سال میں ایک مرتبہ قرآن کا دور کرنا مستحب ہے۔

کبھی نبی ﷺ اپنے بعض ماہر و متقن صحابہ کو قرآن سناتے تھے

جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے (لم یکن الذین کفروا) پڑھوں، (ابی نے کہا) کیا اللہ نے آپ کو میرا نام لے کر کہا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، (راوی) کہتے ہیں: اس بات پر ابی رو پڑے۔

شارح بخاری امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت ابی کے سامنے قرآن پڑھنے کا آپ ﷺ کو حکم دینے کی مازری اور قاضی حکمت بیان کرتے ہیں: اس کی یہ وجہ تھی کہ آپ ﷺ کے الفاظ، اداء، مقامات و قوف اور قرآن کے اس ترنم کو ابی سیکھے جو شریعت نے مقرر کیا ہے اور اس ترنم سے گریز کرے جو قرآن کے علاوہ کے لیے مستعمل ہے، لہذا آپ ﷺ نے حضرت ابی کو اس لیے قرآن سنایا تھا تا کہ وہ آپ سے پڑھنے کا انداز اور طریقہ سیکھے۔



## اور آپ ﷺ ماہر قراء سے قرآن سیکھنے کا حکم فرماتے تھے

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عبداللہ کا ذکر کیا گیا، تو آپ نے فرمایا: وہ ایک ایسے انسان ہے جن کے بارے میں نبی ﷺ کے فرمان کو سننے کے بعد سے، ان سے میں برابر محبت کرتا ہوں، آپ ﷺ فرماتے تھے: چار لوگوں سے قرآن سیکھو: عبداللہ بن مسعود سے، حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ غلام سالم سے، معاذ بن جبل سے اور ابی بن کعب سے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے انھیں خوشخبری سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ چاہتا ہو کہ قرآن ویسا پڑھے جیسا نازل ہوا تو اسے چاہیے کہ وہ ابن ام عبد کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

شارح امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: علماء کے بقول: اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چار اصحاب رسول ﷺ قرآن کے الفاظ کی ادائیگی اور اس میں مہارت میں تمام صحابہ سے آگے تھے، گرچہ دیگر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن کے معانی و مفاہیم کو ان کے مقابلے اچھی طرح سمجھنے والے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان چار صحابہ نے اپنی ذات کو فارغ کر کے نبی ﷺ سے بالمشافہ قرآن پڑھا تھا، جبکہ ان کے علاوہ صحابہ نے ایک دوسرے سے قرآن سیکھا تھا، یا پھر اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ چاروں صحابہ نے قرآن پڑھانے کے لیے اپنی ذات کو فارغ کر دیا تھا، یا پھر آپ ﷺ نے یہ اعلان کرنا چاہا تھا کہ آپ کی وفات کے بعد قرآن پڑھنے اور سیکھنے کے لیے ان چاروں صحابہ کو ترجیح دی جائے۔

## نبی ﷺ اپنے علاوہ سے قرآن سننا پسند فرماتے تھے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے قرآن پڑھو! عبداللہ کہتے ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ

کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟ فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ اپنے علاوہ سے سنوں، تو میں نے سورہ نساء پڑھی، حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا: ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء: ۴۱)“ (پھر) میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے آنسو جاری ہیں۔“ (ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کُف (بس کرو) یا فرمایا: اَمْسِكْ (رک جاو)، پس آپ کے آنسو جاری تھے۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ قرآن پڑھنے والے کو قراءت کے دوران روکنا ہو تو: أَحْسَنْتَ، حَسْبُكَ يَا أَمْسِكْ جیسے الفاظ کہتے تھے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: میں حمص میں تھا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں قرآن مجید پڑھ کر سنائیں میں نے انہیں سورہ یوسف پڑھ کر سنائی، ان لوگوں میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یہ سورہ یوسف اس طرح نازل نہیں ہوئی میں نے کہا کہ تجھ پر افسوس ہے اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ سورت اسی طرح سنائی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا: أَحْسَنْتَ۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: میرے سامنے پڑھو، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں آپ کے سامنے پڑھوں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا؟ فرمایا: ہاں، پس میں نے سورہ نساء پڑھی، حتیٰ کہ میں اس آیت پر پہنچا: ”فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء: ۴۱)“ آپ ﷺ نے فرمایا: حَسْبُكَ الْآنَ، جب میں آپ کی جانب متوجہ ہوا تو آپ کے آنسو جاری تھے۔ (ترجمہ: بھلا اس دن کا کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں



سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال (بتانے کو) گواہ طلب کریں گے۔ (بخاری)

### نبی ﷺ قراءت میں خلل نہ ڈالنے کا حکم دیتے تھے

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا، جسے رسول اللہ ﷺ نے مجھے پڑھایا تھا، اس نے اس کے خلاف پڑھا تھا، تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی فرما رہے تھے، لہذا میں نے انھیں یہ بات بتائی، تو حضرت علی ہماری جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم ویسا پڑھو جیسا تمہیں سکھایا گیا ہے۔ (ابن حبان)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: کہ میں نے ایک آدمی کو (حم) یعنی (سورۃ الاحقاف) پڑھتے ہوئے سنا، تو اس نے ایک حرف پڑھا، اور دوسرے ایک شخص نے اپنے ساتھی سے الگ دوسرا حرف پڑھا، اور میں نے کئی حروف پڑھے، جسے میرے دونوں ساتھیوں نے نہیں پڑھے، لہذا ہم نبی ﷺ کی جانب چل پڑے اور آپ کو خبر دی، پس آپ نے فرمایا: اختلاف نہ کرو، تم سے پہلے والے ان کے اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہوئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے اس شخص کو تلاش کرو جو سب سے اچھا پڑھنے والا ہے اور پھر اس سے پڑھنا سیکھو۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

نبی کریم ﷺ جب کسی سجدہ والی آیت تلاوت کرتے تو عام طور پر سجدہ کیا کرتے تھے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: نبی ﷺ آیت سجدہ پڑھتے تھے اور ہم آپ کے پاس ہوتے تھے، پس آپ سجدہ فرماتے اور ہم بھی آپ کے ساتھ سجدہ کرتے، جس کی وجہ سے خوب بھیڑ ہو جاتی، حتیٰ کہ ہم میں سے بعض کو سجدہ کرنے کے لیے پیشانی رکھنے کے لیے بھی جگہ نہیں ملتی۔ اور کبھی کبھی آپ ﷺ سجدہ چھوڑ دیتے

تھے۔ (بخاری و مسلم)

حضرت زید بن ثابت سے مروی ہے فرماتے ہیں: میں نے نبی کریم ﷺ کو سورہ  
والنجم سنائی تو آپ نے اس میں سجدہ نہیں فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

نبی کریم ﷺ تلاوت کے سجدوں میں یہ دعا پڑھتے تھے: سجداً وجہی للذی  
خلقه؛ و شق سنعہ و بصرہ بحولہ و قوتہ۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رات کو  
سجدہ تلاوت میں یہ دعا تکرار سے پڑھا کرتے تھے: سجداً وجہی للذی خلقه؛ و شق  
سنعہ و بصرہ بحولہ و قوتہ۔ میرا چہرہ اس ذات کے لیے سجدہ ریز ہے جس نے اس کو پیدا  
کیا اور اپنی طاقت اور قوت سے اس کے کان اور آنکھ بنائے۔ (رواہ ابو داؤد)

اور بسا اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے:

”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي بِهَا، اللَّهُمَّ حُطِّ عَنِّي بِهَا وَذُرَّاءِ، وَأَخْدِثْ لِي بِهَا شُكْرًا، وَتَقَبَّلْهَا  
مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ سَجْدَتَهُ“

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ گویا میں ایک  
درخت کے نیچے ہوں، اور گویا درخت سورۃ ص پڑھ رہا ہے، جب وہ آیت سجدہ پر پہنچا تو  
اس نے سجدہ کیا اور اپنے سجدے میں یہ دعاء پڑھی: ”اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي بِهَا، اللَّهُمَّ حُطِّ عَنِّي  
بِهَا وَذُرَّاءِ، وَأَخْدِثْ لِي بِهَا شُكْرًا، وَتَقَبَّلْهَا مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ عَبْدِكَ دَاوُدَ  
سَجْدَتَهُ“ (اے اللہ! اس کے ذریعے میری مغفرت فرما، اے اللہ! اس کے ذریعے  
میرے گناہ مٹادے، اور اس کے ذریعے مجھے شکر کی توفیق دے، اور اس سجدے کو مجھ سے  
ویسا قبول فرما جیسا تو نے اپنے بندے داؤد سے اس کے سجدے کو قبول فرمایا۔) صبح کو میں  
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعہ سنایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے  
ابوسعید! کیا تم نے سجدہ کیا؟ میں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: تم درخت کے



مقابلے سجدے کے زیادہ مستحق تھے، پھر آپ نے سورۃ ص پڑھی، پھر آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ فرمایا اور سجدہ میں وہی کلمات دہرائے جو درخت نے پڑھے تھے۔

(رواہ ابو یعلیٰ فی مسندہ)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ ﷺ کی صحبت کو ایک انمول دولت سمجھتے تھے اور آپ کے فراق کو سب بڑی محرومی تصور کرتے تھے اور مضطرب ہو کر رویا کرتے تھے۔

زیر نظر کتاب میں حضور نبی کریم ﷺ کے چار اصحاب کا تذکرہ مقصود ہے جن کے متعلق نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان چار سے قرآن کریم سیکھو اور وہ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہ، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم ہیں ان میں سے ہر ایک جداگانہ حیثیت اور جداگانہ فضیلت کا حامل ہے ان کے تفصیل کو ان کے حالات کے زندگی کے ساتھ آئے گی۔

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو آنکھیں محض اس لیے عزیز تھیں کہ ان کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہوتا تھا، امام بخاری رحمہ اللہ نے الاداب المفرد میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے انہوں نے کہا ان آنکھوں سے مقصود تو صرف رسول اللہ کا دیدار تھا۔ شواہد النبوة میں علامہ جامی علیہ الرحمٰن نے یہ روایت بیان کی ہے کہ جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی وفات کی خبر مؤذن رسول حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے سنی تو وہ اس قدر غمزدہ ہوئے کہ تابینا ہونے کی دعا مانگنے لگے کہ میرے جیب کے بعد یہ دنیا میرے لیے قابل دیدن نہ رہی انہیں کے درشن کے لیے یہ نین تھے! آپ اسی وقت تابینا ہو گئے، لوگوں نے کہا تم نے یہ دعاء کیوں مانگی؟ فرمایا: لذت نگاہ تو آنکھوں میں ہے، مگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میری آنکھیں کسی کے دیدار کا ذوق نہیں رکھتیں۔

عشق زبانی دعویٰ کا نام نہیں بلکہ وہ ایک جذبہ ہے جو عاشق کو اپنے محبوب پر ہر شے کو

نثار کرنے پر ابھارتا ہے۔ عشق رسول ایک ایسی چاشنی ہے جو بھی اسے چکھ لیتا ہے۔ کفار کے روح فرسا مظالم، جلادانہ بے رحمی و سفاکی دنیا بھر کی اذیتیں اس کے پائے استقامت کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ عشق رسول کا مزہ پوچھنا ہو تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے دل سے پوچھئے جنہوں نے عشق کی راہ میں کیسے کیسے صدمات سہے، ریگستان عرب کی سخت تپتی ریت پر انہیں بار بار لٹایا جاتا اور ان کے اس سینہ پر جس میں محبت رسول کے ہزاروں چراغ جل رہے تھے کفار مکہ کی جانب سے وزنی پتھر رکھا جاتا اور ان پر کوڑے برسائے جاتے پھر بھی وہ محبت رسول ﷺ کے دامن کو نہیں چھوڑتے اور زبان حال سے یہ اعلان کرتے جاتے تھے۔

میں مصطفیٰ کے جامِ محبت کا مست ہوں  
یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اتار دے  
ظلم پر ظلم سہہ کر یہ بولے بلال، ظالمو یہ تمہارا غلط ہے خیال  
دامن مصطفیٰ ہاتھ سے چھوڑ دینا اتنا کمزور ایماں ہمارا نہیں

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے شریک حال حضرت عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر کو آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر پیٹھ کے بل لٹایا جاتا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ سرور کائنات ﷺ اس دردناک منظر کو دیکھ کر فرماتے ہیں۔۔۔: یا نار کونی بردا و سلاما علی عمار کہا کنت علی ابراہیم۔

اے آگ عمار پر ایسی ٹھنڈی و سلامتی والی ہو جا جیسا کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی (صفۃ الصفوۃ طبقات ابن سعد) آگ کے شعلے ماند پڑ جاتے ہیں۔

مکہ کی دھرتی پر اسلام کی پہلی شہیدہ حضرت بی بی سمیہ بنتی شہبہ کے خون کا ایک ایک قطرہ عشق حقیقی کی گواہی دے رہا ہے، حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ کی جلی ہوئی پیٹھ یہ اعلان کرتی:

اشک غم پیتے رہے دارِ وفا دیتے رہے  
ہم چراغوں کی طرح جل کر ضیاء دیتے رہے



حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت عشق کی یہ تعریف کرتی ہے کہ عاشق وہ ہے جو ضرورت پڑنے پر راہ عشق میں اپنی جان نچھا اور کرنے کو باعث افتخار سمجھے اور محبوب کا نام لیتے لیتے اپنی جان دیدے۔ جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر لٹکا کر لوہے کی کیل ٹھونک دی گئی۔ اس عاشق جاں نثار کے آخری کلمات یہ تھے: یا اللہ! کوئی ایسا شخص ہوتا جو تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا آخری سلام پہنچا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ تمنا پوری فرمائی، خبیب رضی اللہ عنہ کے مقام سولی سے سینکڑوں میل دور مدینہ منورہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جھرمٹ میں اچانک کہتے ہیں وعلیک السلام یا خبیب رضی اللہ عنہ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا کہ خدا نے خبیب رضی اللہ عنہ کا سلام مجھے پہنچا دیا ہے۔ اس روایت کو علامہ جامی علیہ الرحمہ نے بھی شواہد النبوة میں نقل فرمایا ہے۔

عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ روح پرور مناظر و واقعات ایک مومن کے لئے سامان ہدایت ہیں خصوصاً آج کے اس دور میں جب کہ مال اور متاع دنیا کی محبت عفریت بن کر انسانیت کے قلب و دماغ پر مسلط ہو چکی ہے۔ عاشقانِ رسول کی زندگیاں ہی ایک مومن کی روح و قلب کو تازگی بخشی ہیں۔ اگر تاریخ عالم میں عشق و محبت کا کوئی حسین باب ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا باب ہے جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دیا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گوہر آبدار کو داغدار ہونے نہ دیا۔ مارے گئے آگ میں جلانے گئے قتل کئے گئے سولی پر لٹائے گئے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو نہیں چھوڑا، مگر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت کو اپنے دل کی تجوری سے لٹانا گوارا نہیں کیا۔ ان کی زندگیاں یہ اعلان کر رہی ہیں:

آتش عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جل کے سکھ پانے کا نام

زندگی ہے آپ پر قربان ہو جانے کا نام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرز حیات ہم سے مطالبہ کر رہی ہے:

قوتِ عشق سے ہر پست کو بالا کر دے  
 دہر میں اسمِ محمدؐ سے اجالا کرے  
 عشقِ نبی ﷺ کا یہ مضمون ہر زمانے میں لکھا جاتا رہا، لکھا جا رہا ہے اور لکھا جاتا  
 رہے گا، مگر آخر کار ہر کاتب کا قلم زبانِ حال سے کہتا:

ورق تمام ہوا اور ذکرِ باقی ہے  
 سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے  
 سرورِ کون و مکان ﷺ سے عشق و محبت کی داستیں رقم کرنے والے خوش  
 نصیبوں میں یہ حضرات جن سے قرآنِ مقدس سیکھنے کا سرور کون و مکان ﷺ نے ارشاد  
 فرمایا ہے انہوں نے دینِ اسلام کے لئے کون سی مشکلات ہیں جو نہیں جھیلیں مگر ان کے  
 پائے استقلال میں زرہ برابر بھی لغزش نہیں آئی زیرِ نظر کتاب میں ہم ان نفوسِ قدسیہ کے  
 عشق و محبت کی داستان رقم کرنے کی سعی کر رہے ہیں تو سب پہلے عشاقانِ مصطفیٰ ﷺ  
 جن خوش نصیبوں میں حضور سرور کون و مکان ﷺ کی زیارت سے اپنے قلوب و اذہان کو  
 منور فرما کر ایسا رتبہ پایا جو بعد میں کسی کو نہ مل سکا اور نہ مل سکے گا ان سے قبل صحابی  
 رسول ﷺ کے بارے میں عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

### صحابی کی تعریف

صحابی وہ شخص جس نے بحالتِ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور اسلام  
 پر وفات پائی، اگرچہ درمیاں میں ارتداد پیش آ گیا ہو۔ (التحفة الفکر، ص: ۸۱)  
 صحابی لفظ واحد ہے، اس کی جمع صحابہ ہے۔ مذکر کے لئے صحابی کی اصطلاح استعمال  
 کی جاتی ہے جبکہ مؤنث واحد کے لئے صحابیہ اور جمع کے لئے صحابیات کا لفظ استعمال کیا جاتا  
 ہے۔



## صحابی کی اصطلاحی تعریف

صحابی کے اصل معنی ساتھی اور رفیق کے ہیں؛ لیکن یہ اسلام کی ایک مستقل اور اہم اصطلاح ہے۔

اصطلاحی طور پر صحابی کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جنہوں نے بحالت ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی ہو اور ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں۔

(القاموس لفظی، باب حرف الصاد: ج ۱، ص ۲۰۷)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پاکیزہ برگزیدہ جماعت کے ذریعہ اسلام کا تعارف بھی کرا دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور سنت کو عام کیا گیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو الگ رکھ کر ان کو عام انسانوں کی طرح خاطر و عاصی تصور کر کے غیر معتبر قرار دیا جائے گا تو اسلام کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جائے گی نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت معتبر رہے گی نہ قرآن اور اس کی تفسیر اور حدیث کا اعتبار باقی رہے گا کیونکہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ من جانب اللہ ہم کو عطاء کیا ہے وہ ہم تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی معرفت پہنچا ہے خود معلم انسانیت رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثار اطاعت شعار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تربیت فرمائی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اول اول، زبان رسالت سے اللہ تعالیٰ کی آیات کو ادا ہوتے سنا تھا اور کلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سماعت کی تھی پھر دونوں کو دیانت و امانت کے ساتھ اسی لب و لہجہ اور مفہوم و معانی کے ساتھ محفوظ رکھا اور بحکم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دوسروں تک پہنچایا کیونکہ حج الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تبلیغ کا مکلف بنایا تھا اور فرمایا: **بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً** (بخاری و مسلم) میری جانب سے لوگوں کو پہنچا دو اگر چہ ایک آیت ہی ہو۔

## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو درساگاہ نبوت میں حاضری کا مکلف ایک خاص حکم کے ذریعہ بنایا

تھا کہ ہر وقت ایک بااعتماد جماعت اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں اسلام سیکھنے کیلئے حاضر رہے اس لئے کہ کب کوئی آسمانی حکم اور شریعت کا کوئی قانون عطا کیا جائے، لہذا ایک جماعت کی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری لازمی تھی اور ان کو بھی حکم تھا کہ جو حضرات رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود نہیں ہیں ان تک ان نئے احکام اور آیات کو پہنچائیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا  
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّ هُمْ يَحْذَرُونَ (سورہ توبہ: ۱۲۲)

اور مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہو کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آ کر اپنی قوم کو ڈر سنا لیں اس امید پر کہ وہ بچیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت و عقیدت کے بغیر رسول اللہ ﷺ نے سچی محبت نہیں ہو سکتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کئے بغیر رسول اللہ ﷺ کی پیروی کا تصور محال ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس انداز میں زندگی گزاری ہے وہ عین اسلام اور اتباع سنت ہے اور ان کے ایمان کے کمال و جمال، عقیدہ کی پختگی، اعمال کی صحت و اچھائی اور صلاح و تقویٰ کی عمدگی کی سند خود رب العالمین نے ان کو عطا کی ہے اور معلم انسانیت رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول پاک سے اپنے جان نثاروں کی تعریف و توصیف اور ان کی پیروی کو ہدایت و سعادت قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی انسان تھے ان سے بھی بہت سے مواقع پر بشری تقاضوں کے تحت لغزشیں ہوئی ہیں لیکن لغزشوں، خطاؤں، گناہوں کو معاف کرنے والی ذات اللہ کی ہے اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اضطراری، اجتہادی خطاؤں کو صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اس معافی نامہ کو قرآن کریم کی آیات میں نازل فرما کر قیامت تک کیلئے ان نفوس قدسیہ پر تنقید و تبصرہ اور جرح و تعدیل کا دروازہ بند



کردیا اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کے ایمان کی صداقت اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی بخشی ہے اس کے بعد بھی اگر کوئی فرد یا جماعت صحابہ کرام پر نقد و تبصرہ کی مرتکب ہوتی ہے تو اس کو علماء حق نے نفس پرست اور گمراہ قرار دیا ہے ایسے افراد اور جماعت سے قطع تعلق ہی میں خیر اور ایمان کی حفاظت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت (خواہ کبار صحابہ ہوں یا صغار صحابہ رضی اللہ عنہم) عدول ہے اس پر ہمارے ائمہ سلف اور علماء خلف کا یقین و ایمان ہے۔ قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق آیات پر ایک نظر ڈالئے پھر ان کے مقام و مرتبہ کی بلندیوں کا اندازہ لگائیے اس کے بعد بھی اگر کسی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص کی جرأت کی ہے تو اس کی بدبختی پر کفِ افسوس ملئے

### قرآن مجید میں مقام صحابہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام اور ان کی حیثیت کو خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ صحابہ کرام اللہ کی منتخب کردہ ایک جماعت ہیں، ان کی صفات کا تذکرہ گزشتہ انبیاء کی کتابوں میں بھی بیان کیا گیا ہے، اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں، اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنت کی خوشخبری بھی سنادی:

ثُمَّ أَوْزَنَّا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بإِذْنِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ

پھر وارث بنایا ہم نے کتاب کا ان لوگوں کو جن کا ہم نے اپنے بندوں میں سے انتخاب کیا۔ الخ۔

”الکتاب“ یعنی قرآن مجید کے پہلے وارث بالیقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے بارے میں آیت مبارکہ گواہی دیتی ہے کہ وہ اللہ کے منتخب بندے ہیں؛ پھر بعض مقامات پر ان منتخب بندوں کو سلام خداوندی سے بھی نوازا گیا، ارشاد ہے:

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يُشْرِكُونَ

اے نبی ﷺ! آپ فرمادیجئے کہ تعریفیات سب اللہ کے لیے ہیں اور سلام ہو ان بندوں پر جن کو اللہ نے منتخب فرمایا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور سفیان ثوری سے روایت ہے کہ اس آیت میں منتخب بندوں سے مراد ”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ“ ہیں۔ (التفسیر المنظہری: ۷/ ۱۲۴)

حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دل ہیں، تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، ان کی علامتیں سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں... الخ۔ (الفح: ۲۹)

اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (التوبہ: ۱۰۰)

اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت عطا فرمائی اور ایمان کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا، کفر و فسق (گناہ کبیرہ) عصیان (گناہ صغیرہ) سے تم کو نفرت عطا کی، ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل و انعام سے راہِ راست پر ہیں۔ (الحجرات: ۷)

ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کو اپنے فیضِ غیب سے مضبوطی عطا فرمائی۔ (المجادلہ: ۲۲)

### احادیث پاک میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقام

زبان رسالت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منتخب ہونے کی خوشخبری دی گئی، جن میں سے

چند احادیث کا ترجمہ یہاں پیش کیا جا رہا ہے:

إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعَالَمِينَ سِوَى النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَقَالَ فِي  
أَصْحَابِي بَلَّغْتُمْ خَيْرًا - (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۶)

اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے بعد ساری دنیا سے میرے صحابہ کو منتخب فرمایا  
اور فرمایا: میرے سب سے ہی صحابہ بھلائی والے ہیں۔

”إِنَّ اللَّهَ اخْتَارَنِي مِمَّا اخْتَارَ إِلَى أَصْحَابِي الْخَيْرَ“ - (الفتح الكبير ج: ۳۲۲۳)

اللہ نے میرا انتخاب فرمایا اور میرے لیے میرے صحابہ کا انتخاب فرمایا۔

”خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ“ - (بخاری ج: ۲۲۲۸)

لوگوں میں بہترین میرے قرن والے ہیں؛ پھر وہ جو ان کے بعد ہیں، پھر وہ جو ان  
کے بعد ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فتح الباری میں لکھا ہے: ”قرنی“ سے مراد صحابہ  
ہیں، نیز بخاری میں باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم (کتاب الفضائل ۷/۳) میں ہے: بُعِثْتُ  
فِي خَيْرِ الْقُرُونِ بَنِي آدَمَ - ابن آدم کے سب سے بہتر لوگوں کے درمیان مجھے بھیجا گیا ہے۔

اسی لیے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ  
کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے سب سے افضل افراد تھے، جو دل کے اعتبار سے بہت نیک، علم  
کے لحاظ سے سب سے پختہ اور تکلفات کے اعتبار سے سب سے زیادہ دور رہنے والے  
تھے۔ (رزین، مشکوٰۃ: ۱/۳۲)

حافظ ابن عبدالبر نے ”الاستیعاب“ اور علامہ سفارینی نے ”شرح الدرر البضیئة“  
میں لکھا ہے کہ جمہور امت کی رائے کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد  
سب سے افضل ہیں۔ (مقدمة الاستیعاب تحت الاصابة: ۱/۲)



## صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق امت مسلمہ کو ہدایت

قرآن کریم میں اور احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مدح و ثناء کی گئی اور ان کو جنت کی بشارت دی گئی اور اسی کے ساتھ امت کو ان کے ادب و احترام اور ان کی اقتداء کا حکم بھی دیا گیا ہے، ان میں سے کسی کو برا کہنے پر سخت وعید بھی فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ ﷺ کی محبت، ان سے بغض کو رسول اللہ ﷺ سے بغض قرار دیا گیا ہے "خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ"۔ (مسلم: ج ۴ ص ۲۶۰۰)

میرے عہد کے مسلمان بہترین مسلمان ہیں پھر ان کے بعد آنے والے پھر ان کے بعد آنے والے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدًّا أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ۔ (مسلم: ج ۴ ص ۲۶۱۰)

آپ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کو برا نہ کہو؛ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو وہ ان کے ایک مد بلکہ اس کے نصف خرچ کرنے کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

ایک اور روایت میں آپ نے ارشاد فرمایا:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُ فِي أَصْحَابِي اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ عَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبِي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَى اللَّهَ وَمَنْ آذَى اللَّهَ يُوْشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ۔

(ترمذی: ج ۴ ص ۲۹۷)

لوگو! میرے صحابہ کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو میرے بعد ان کو نشانہ نہ بناؤ، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے

ان سے بغض رکھا اس نے درحقیقت مجھ سے بغض رکھا، جس نے ان کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو اذیت پہنچائی اور جس نے اللہ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑ لے۔ سعید بن زبید سے مروی ہے: خدا کی قسم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی شخص کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی جہاد میں شریک ہونا جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہو جائے غیر صحابہ سے ہر شخص کی عمر بھر کی عبادت و عمل سے بہتر ہے اگرچہ اس کو عمر نوح (علیہ السلام) عطا ہو جائے

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد

ابوزرعہ رازی کا قول ہے کہ آپ کی وفات کے وقت جن لوگوں نے آپ کو دیکھا اور آپ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ (تجرید: ۳)

جن میں مرد اور عورت دونوں شامل تھے اور ان میں ہر ایک نے آپ سے روایت کی تھی۔ (مقدمہ اصابہ: ۳)

ابن فتحون نے ذیل استیعاب میں اس قول کو نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوزرعہ نے یہ تعداد صرف ان لوگوں کی بتائی ہے جو رواۃ حدیث میں تھے، لیکن ان کے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جو تعداد ہوگی وہ اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔ (مقدمہ اصابہ: ۳)

بہر حال اکابر صحابہ کے نام ان کی تعداد اور ان کے حالات تو ہم کو صحیح طور پر معلوم ہیں، لیکن ان کے علاوہ ہم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحیح تعداد نہیں بتا سکتے، اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خود صحابہ کے زمانہ میں مشاغل دینیہ نے صحابہ کو یہ موقع نہ دیا کہ وہ اپنی تعداد کو محفوظ رکھیں۔ (مقدمہ اسد الغابہ: ۳)

اس کے علاوہ اکثر صحابہ صحرائین بدوی تھے، اس لیے ایسی حالت میں ان کا گننا نام رہنا ضروری تھا۔ (مقدمہ اصابہ: ۳)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات نقیب دیئے گئے

تھے اور مجھے چودہ (۱۴) دیئے گئے ہیں جو یہ ہیں: (۱) حضرت علی المرتضیٰ (۲) حضرت امام حسن (۳) حضرت امام حسین (۴) حضرت جعفر (۵) حضرت حمزہ (۶) حضرت ابوبکر صدیق (۷) حضرت عمر فاروق (۸) حضرت مصعب بن عمیر (۹) حضرت بلال (۱۰) حضرت سلمان فارسی (۱۱) حضرت عمار (۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود (۱۳) حضرت مقداد (۱۴) حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم۔ (ترمذی، مستدرک عن علی بن ابی طالب)

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ ابتدائے بعثت سے شروع ہو کر پہلی صدی کے آخر تک ختم ہو گیا اور اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ پیشین گوئی پوری ہوئی جو ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

فَإِنَّ رَأْسَ مِائَةِ لَا يَبْقَى مِثْنُ هُوَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ۔ (بخاری: ۵۶۶)

جو لوگ آج روئے زمین پر موجود ہیں ان میں سے سو سال کے بعد کوئی باقی نہ رہے

گا۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اول پھیلانے والے ہیں، انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک پہنچایا، یہ وہ مبارک جماعت ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کے لیے چنا اور اس بات کی مستحق ہے کہ اس مبارک جماعت کو نمونہ بنا کر اس کا اتباع کیا جائے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جسے دین کی راہ اختیار کرنی ہے تو ان کی راہ اختیار کرے جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں جو اس امت کا افضل ترین طبقہ ہے، قلوب ان کے پاک تھے، علم ان کا گہرا تھا، تکلف اور بناوٹ ان کے اندر نہیں تھی، اللہ جل شانہ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اشاعت کے لیے چنا تھا، اس لیے ان کی



فضیلت کو پہچاننا ان کے نقش قدم پر چلو اور طاقت بھران کے اخلاق اور ان کی سیرتوں کو مضبوط پکڑو، اس لیے کے وہی ہدایت کے راستے ہیں۔ (مشکوٰۃ: ج ۱۹۳)

انسان کے فرائض میں سب سے مقدم اور سب سے اہم فرض یہ ہے کہ اخلاق انسانی کی اصلاح کی جائے، علم اور فن، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت تمام چیزیں دنیا میں آئیں اور آتی رہیں گی؛ لیکن انسانیت کو تہذیب سے آراستہ کرنا بہت ضروری تھا اس لیے دنیا میں جب سب سے پہلے انسان حضرت آدم ﷺ کو بھیجا گیا تو اسی ذمہ داری کے ساتھ بھیجا گیا پھر ان کے بعد آنے والے بڑے بڑے پیغمبر اسی سلسلے کو یعنی تہذیب نفوس کو آگے بڑھاتے رہے اس کے بعد سب سے آخر میں حضور اکرم ﷺ کو تمام کمالات کا مجموعہ بنا کر بھیجا گیا اور پھر اعلان کر دیا گیا کہ:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

دِينًا۔ (المائدہ: ۳)

آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لیے) پسند کر لیا۔

اب انسانوں کے اخلاق سدھارنے کے لیے قیامت تک کوئی نیا نبی آنے والا نہیں ہے، اگر کوئی انسان نبی کریم ﷺ کے اخلاق کا مطالعہ کرنا چاہے یا آپ کی تربیت کا انداز دیکھنا چاہے، آپ کے اقوال و افعال اور اعمال کا نمونہ دیکھنا چاہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت ہے، صحابہ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ ایمانی کیفیت کو بڑھاتا ہے، زندگی کے اصول سکھاتا ہے، عقائد، عبادات، معاشرت اور معاملات انسان کے درست ہوتے ہیں، سنت اور بدعت کی پہچان ہوتی ہے۔ اس زمانے کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس زندگی کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش کیا جائے جس سے لوگوں میں شوق عمل پیدا ہو اور اس مثال کو پیش نظر رکھ کر لوگ خود بخود اپنے عقائد و اعمال کی طرف مائل ہوں۔ (ترمذی)

جناب نبی کریم ﷺ کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی زندگی معیار ہو سکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس جماعت ہے جس نے براہ راست حضور اکرم ﷺ سے استفادہ کیا اور آپ کی نبوت کی روشنی بغیر کسی پردہ اور بغیر کسی واسطے کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر پڑی ان میں جو ایمان کی حرارت اور نورانی کیفیت تھی وہ بعد والوں کو میسر آنا ممکن نہ تھی؛ اس لیے قرآن کریم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کی تقدیس و تعریف فرمائی ہے اور جماعت صحابہ کو مجموعی طور پر ”رضی اللہ عنہم ورضوعنہ“ فرمایا یعنی اللہ ان سے راضی ہو اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم راستہ پانے والے اور راستہ دکھانے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں کسی ایک کی بھی تنقیص و تحقیر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص و تحقیر ہے کیونکہ یہ صحبت نبوت کی تنقیص و تحقیر ہے اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان کو میرے بعد ہدف ملامت بنا لینا۔ پس جس نے ان سے محبت کی تو میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔“

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سر اپا ادب اور پیکر تقویٰ

إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ  
لِيَلْتَقُوا لَهُمْ مَعْفَرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ. (سورہ الحجرات: ۳)

بیشک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کر دیا ہے ان لوگوں کیلئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کفر و گناہوں سے محفوظ رہنا

وَأَعْلَمُوا أَنَّ فِيكُمْ رَسُولَ اللَّهِ لَوْ يُطِيعُكُمْ فِي كَثِيرٍ مِّنَ الْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبِيبٌ

إِلَيْكُمْ الْإِيمَانَ وَذَيْتَهُ فِي قُلُوبِكُمْ وَكَرَّهًا إِلَيْكُمْ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ أُولَئِكَ هُمُ  
الرَّاشِدُونَ (سورة الحجرات: ۷)

اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ﷺ ہیں اگر بہت سے کاموں میں تمہاری بات مان لیا کریں تو تم پر مشکل پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کی (تحصیل) کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر و فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دیدی ایسے ہی لوگ اللہ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں۔

### صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عبادت کے خوگر اور رحمدل تھے

مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا  
سُجَّدًا أَيَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (سورة فتح: ۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں ان کی (عبدیت) کے آثار سجدوں کی تاثیر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اس کی تصریحات ہیں جن میں چند آیات اسی سورۃ میں آچکی ہیں:

لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ، اور، أَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا  
وَأَهْلَهَا۔

انکے علاوہ بہت سی آیات میں یہ مضمون مذکور ہے:

يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ وَالسَّابِقُونَ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ  
وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعَهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي  
تحتها الأنهار



اور سورہ حدید میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے بارے میں فرمایا ہے:

وَكَلَّا وَعَدَا اللَّهُ الْحُسْنَىٰ

یعنی ان سب سے اللہ تعالیٰ نے حسنیٰ کا وعدہ کیا ہے پھر سورہ انبیاء میں حسنیٰ کے متعلق فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ یعنی جن لوگوں کیلئے ہماری طرف سے حسنیٰ کا فیصلہ پہلے ہو چکا ہے وہ جہنم کی آگ سے دور رکھے جائیں گے۔

ہر مشکل کا حل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع میں ہے

آج ہم مسلمانوں کو عالمگیر سطح پر مشکلات کا سامنا ہے ہر محاذ پر ناکامی اور پسپائی ہے دشمنان اسلام متحد اور اسلام کو مٹانے پر متفق ہیں مسلمانوں پر طرح طرح سے الزامات اور بہتان تراشی ہو رہی، پوری دنیا میں اسلام کے تصور کو خراب کرنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے میں میڈیا بھرگرم ہے یورپ میں مسلمانوں کے خلاف نفرت کی لہر چل رہی ہے ہم ایک خطرناک اور نازک دور سے گزر رہے ہیں ان حالات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مثالی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے ان پاکیزہ نفوس کو بھی ان حالات کا سامنا تھا بلکہ بعض اعتبار سے آج کے حالات سے زیادہ خطرناک صورت حال تھی مکہ میں ابتلاء و آزمائش کے شدید دور سے گزرتے تھے تعداد بھی کم تھی اور وسائل بھی نہیں، حدیبیہ میں یہودیوں اور منافقوں کی فتنہ انگیزیاں اور سازشیں تھیں، مشرکین مکہ کے حملے اور یہودی قبائل سے لڑائیاں تھیں پھر دائرہ وسیع ہوا تو قیصر روم اور کسریٰ کے خطرناک عزائم تھے ان سب حالات کا مقابلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جس حکمت عملی اور صبر و استقامت سے کیا وہی تاریخ ہم کو دہرائی پڑے گی، اس لئے ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ کریں ان کو اپنا رہنما و مقتدا جان کر اس محبت و عقیدت سے ان کی پیروی کریں کہ ان کا ہر عمل اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہمارے لئے معیار حق اور مشعل راہ ہیں ان کی شان میں کسی قسم کی گستاخی گوارا نہیں ان کی عظمت شان کی بلندیوں

تک کسی کی رسائی نہیں عصر حاضر میں ان حضرات کی پیروی گذشتہ صدیوں کے مقابلہ میں زیادہ ضروری اور اہم ہے اور کامیابی کا تصور اس کے بغیر ممکن نہیں۔

ہر مسلمان کو اپنے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر لینی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس اصل دین اور آپ ﷺ سے محبت شرط ایمان ہے۔ جس دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں، وہ ویران ہے۔ مطالع المسرات میں ہے کہ حضور ﷺ سے محبت، رب العزت سے محبت کے لیے شرط اول ہے۔ ہر ذی شعور انسان پر یہ بات عیاں ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا غلبہ رہا، تب تک عزت و تمکنت اور فتح و عروج ان کا مقدر رہی اور سرکش اقوام ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن جب یہ تعلق اور رشتہ کمزور ہوا تو مسلمانوں کا عروج، زوال میں تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ آج مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اسے چاہیے کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے۔“

رسول اکرم ﷺ کے جاں نثاروں کا عمل یہی رہا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ (صحیح البخاری)

ایک بار رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ ﷺ! میں سچا مومن کب بنوں گا؟“

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تو جب اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا“

اُس نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ! میری محبت اللہ تعالیٰ سے کب ہوگی؟“

آپ ﷺ نے فرمایا ”جب تو اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے گا“ صحابی

نے عرض کیا ”اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے میری محبت کب ہوگی؟“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”جب تو ان کے طریقے پر چلے گا، اور ان کی سنت کی پیروی کرے گا، اور ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرے گا اور ان سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ بغض رکھے گا، اور کسی سے محبت کرے تو ان کی وجہ سے کرے، اور اگر کسی سے عداوت رکھے تو ان کی وجہ سے رکھے۔“

خاکپائے درچشت  
علامہ مفتی محمد فیاض چشتی





## 1- حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نام: آپ کا نام: عبداللہ، کنیت: ابو عبدالرحمان  
 والد کا نام: مسعود  
 والدہ کا نام: ام عبد تھا۔  
 شجرہ نسب:- عبداللہ بن مسعود بن غالب بن حبیب بن شمنخ بن فار بن مخزوم بن مسابہ  
 بن کمال بن الحارث بن تمیم بن سعد بن نہیل بن مدرکہ بن الیاس بن مضر۔  
 (اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری ج ۳ ص ۱۶۷، الاصابہ لابن حجر عسقلانی ج ۲ ص ۱۱۲۲، سیر اعلام  
 النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۴)  
 کنیت:- ابو عبدالرحمن ہے۔

آپ کا نسب نہیل بن مدرکہ بن الیاس کے ساتھ مل جاتا ہے۔ ان کی والدہ کا نام ام  
 عبد بنت عبدود بن سواء نہیل ہے۔ یہ مشرف باسلام ہوئیں اور ہجرت کی سعادت حاصل  
 کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم قدیم الاسلام تھے یہ اس وقت اسلام لائے جب سعید  
 بن زید رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہنوز اسلام نہ لائے  
 تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم خود فرمایا کرتے تھے۔  
 ”میں چھٹا مسلمان تھا، ہمارے سواروئے زمین پر اور کوئی مسلمان نہ تھا۔“

آپ نے پہلے حبشہ اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں  
 غزوات بدر واحد، خندق، بیعت الرضوان اور دیگر لڑائیوں میں شرکت کی۔ وہ حضرت  
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم ہی تھے جس نے غزوہ بدر میں ابو جہل پر حملہ کر کے اس کا سر کاٹ لیا  
 تھا۔ آپ نے غزوہ یرموک میں بھی شرکت کی سعادت حاصل کی۔

نبی کریم ﷺ کے جوتوں کی حفاظت کا شرف ان کے حصے میں آیا تھا۔ جب حضور ﷺ اٹھتے تو یہ آپ ﷺ کو جوتے پہناتے، جب بیٹھ جاتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے جوتوں کو بغل میں دبائے رکھتے۔ یہ حضور ﷺ کے یہاں بڑی کثرت سے آیا جایا کرتے تھے اور آپ ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی یمن سے آئے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کی والدہ اس کثرت سے حضور ﷺ کے یہاں جایا کرتے تھے کہ ہم ان کو آپ ﷺ کے اہل بیت میں شمار کرنے لگے۔ (بخاری و مسلم)

اسلام میں سبقت لے جانے والے اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کو جودل بستگی تھی اس کی بنا پر ان کا شمار کبار اور فضلاء فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں ہوتا تھا۔ قرآن کریم اور حدیث و فتویٰ میں یہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم پر فائق تھے۔ حتیٰ کہ خود رسول ﷺ نے ان کے مانع علوم قرآنیہ ہونے کی شہادت دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قرآن کریم چار صحابہ سیکھو، یعنی عبداللہ بن مسعود، سالم مولیٰ ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے۔ (بخاری و مسلم)

نعمت خداوندی کا شکر یہ ادا کرتے ہوئے خود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کتاب اللہ کی کوئی سورت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں اتری اور کس ضمن میں اتری، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ کوئی مجھ سے بڑھ کر قرآن کا کوئی عالم موجود ہے اور اونٹ وہاں تک پہنچا سکتا تو میں سوار ہو کر اس کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ (صحیح مسلم)

کبار صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے علم و فضل کا اعتراف کرتے تھے۔ چنانچہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط لکھا:

میں نے عمار کو تمہارا امیر اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چیدہ اصحاب اور اہل بدر میں سے ہیں۔ ان کی پیروی کھینے۔ عبداللہ کو تمہاری طرف بھیج کر میں نے تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی عظمت و فضیلت کے اثبات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ خصوصاً آپ کا یہ قول کہ ”تم کو اپنی ذات پر ترجیح دی“ قابل غور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ شخص ہیں جب کے قلب و زبان پر اللہ نے حق کو جاری کر دیا تھا۔ وہ جب کسی رائے کا اظہار کرتے تو اس کی تائید میں قرآنی آیات نازل ہو جاتیں۔ صاحب فضیلت کا قدر شناس وہی ہو سکتا ہے جو خود بھی فضیلت کا حامل ہو جب ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے کہا:

”ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد کوئی ایسا شخص نہیں چھوڑا جو ان جیسا ہو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بے شمار لوگوں نے حدیثیں روایت کیں، صحابہ میں سے مندرجہ ذیل کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، جابر، حضرت انس، حضرت ابن زبیر، حضرت ابوسعید خدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابورافع، رضی اللہ عنہم۔

تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت ابو وائل، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت عبیدہ، حضرت قیس بن ابی حازم، رحمہم اللہ علیہم اور دیگر اکابرین نے استفادہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ امام بخاری و امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ نے چونٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ علیہ اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور امام مسلم رحمہ اللہ علیہ نے پینتیس احادیث



روایت کیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی ﷺ کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام نبوت کے تمام زمانہ کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی صحبت سے بھرپور استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی ساز و سامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول ﷺ کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی جو ان کو نہ مل سکی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے ۲۳ھ میں ایک قول کے مطابق کوفہ اور دوسرے قول کے مطابق مدینہ میں بعمر ساٹھ سال سے کچھ زائد وفات پائی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ان خوش قسمت لوگوں میں سے ہیں جن کا شمار السابقون الاولون میں ہوتا ہے اور ان کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ ان چھ لوگوں میں سے ایک ہیں جو آپ ﷺ کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لائے تھے، یہ سعادت بھی انہی کو حاصل ہے کہ آپ کا شمار ان چار قاریوں میں سے ہیں جن کا قرآن کریم اور حدیث رسول کی خدمات کے حوالے سے ایک خاص مقام ہے یہ وہ جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہما وہ ہیں جن کو ائقہ الصحابہ کے نام سے تاریخ اسلام کے اندر رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا، علم و فضل کی گہرائی اور فقہ پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے دور کے فقہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مختصر فہرست بھی بنائی جائے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دوست

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ وہ تو ایسے شخص ہیں جن کو میں ہمیشہ دوست رکھتا ہوں۔ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پہلے انہوں نے ان کا نام لیا سالم مولیٰ ابو حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔ راوی کا بیان ہے مجھے یاد نہیں رہا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا یا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام پہلے لیا

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک تعارف

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا شمار ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جنہیں ابتدائے دعوت ہی کے دوران قبول اسلام کی سعادت نصیب ہوئی تھی۔ ان کے والد زمانہ جاہلیت میں وفات پا چکے تھے جبکہ والدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور مشرف باسلام ہوئیں۔ عرب کے ریگزاروں سے جب حق کی روشنی پھوٹی تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس پکار پر سب سے پہلے لبیک کہنے والوں میں سے تھے۔ دعوت حق قبول کرنے کے بعد ان کی زندگی دین کے لیے وقف ہو گئی۔ قبول اسلام کے بعد وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ قربت نبوی کا عالم یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور نعلین مبارک ان کے پاس رکھے ہوا کرتے تھے۔

قرآن مجید کی تفسیر ان کا خاص میدان تھی جس میں انہیں اس قدر ملکہ حاصل تھا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرآن سیکھنے کی ہدایت کی اور ایک موقع پر فرمائش کر کے ان سے قرآن سنا۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ”میں نے جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ

فرماتے ہو اسنا ہے کہ چار اشخاص سے قرآن سیکھو، (اور وہ چار آدمی یہ ہیں) عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم۔ تب سے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔“

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور علم قرآن

ایک دفعہ اپنے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ”اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے! کتاب اللہ کی کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی آیت ایسی نہیں ہے جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی اور اگر مجھے کسی ایسے شخص کا پتہ ہوتا جو کتاب اللہ کا مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے تو میں اس تک ضرور پہنچتا بشرطیکہ اونٹ (سواری) وہاں تک جاسکتی ہو“

### قرآن و سنت کا علم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ختم ہو جاتا ہے

امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سامنے ان کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: ”قرآن اور سنت کا علم اس شخص پر ختم ہو جاتا ہے۔“

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فتویٰ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان تین صحابہ میں سے تھے جن کا فتویٰ ان کے شاگردوں اور حلقہ تدریس کے ذریعے عام ہو کر فوراً لوگوں کی زندگیوں میں جاری و ساری ہو جایا کرتا تھا۔ باقی دو صحابی زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔

کتب تفاسیر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اس میں بہت کچھ بعد والوں نے ان سے منسوب کر دیا تھا جس میں صحیح، ضعیف، مقبول، مردود ہر قسم کی روایات پائی جاتی ہیں۔ اس امت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ اس نے ائمہ حدیث کی صورت میں ہر زمانے میں ایسے لوگ کھڑے کیے جنہوں نے صحیح کو ضعیف سے اور مقبول کو مردود سے الگ کر دکھایا چنانچہ ملاوٹ کرنے والے نامراد ہوئے



اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس علم کی حفاظت فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

۲ آپ میں سے جو لوگ کسی کی تابعداری کرنا چاہتا ہے تو وہ اُن لوگوں کی تابعداری کرے جو فوت ہو چکے ہیں اس لیے کہ زندہ لوگ فتنوں سے محفوظ نہیں ہوتے ہیں اور یہ وہ لوگ جو رسول اللہ کے صحابہ تھے یہ لوگ گہرا علم رکھنے والے تھے اُن کے دل صاف تھے اور وہ تکلف کم کرتے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے اور اقامت دین کے لیے چنا تھا، آپ ان لوگوں کی فضیلت کو سمجھ لیں اور ان کے نقش قدم پر چلیں اور جس قدر ہو سکے اُن کی سیرت اور اخلاق کو مضبوطی سے تھام لیں کیونکہ وہ لوگ ہدایت یافتہ، صراط مستقیم پر تھے۔

اور اگر فقہ حنفی کی بات کی جائے تو ان کے لیے بھی ایک اعزاز ہے کہ فقہ حنفی کی تعلیمات اور روایات کا مرجع منبع جناب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی ہے ان کی علمی خدمات کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فہ کی ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ کچھ عورتوں کو مسائل پر گفتگو کرتے سنا تو فرمایا۔

رحم الله ابن مسعود ملاً الكوفة بالعلم

”اللہ تعالیٰ ابن مسعود پر رحم فرمائے، انہوں نے کوفہ کو علم سے بھر دیا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی فقہی بصیرت تھی جو ان کے شاگردوں غلقمہ اور ابراہیم نخعی کے ذریعے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ تک پہنچی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا میں پھیل گئی اور مسلم دنیا کی ایک بہت بڑی تعداد فقہ حنفی سے وابستہ ہے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ عظیم الشان اور شاہکار فقہی بصیرت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مرہون منت ہے۔

ایام جاہلیت میں جب آپ رضی اللہ عنہ ابھی بچے تھے تو عموماً بھیڑ بکریاں چرا کر گزر بسر

کرتے تھے یہ کام کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے اُس وقت امراء اور شرفاء کے بچے بھی یہ کام کرتے تھے۔ گویا اُس زمانے میں سادگی، جفاکشی، محنت اور راست بازی کا عملی درس دیا جاتا تھا۔ مکہ میں آپ ﷺ نے جب کئی خداؤں کو ماننے والوں کو ایک خدا کو ماننے کی دعوت دی تو اُس وقت وہ ایک کم سن اور قریب البلوغ لڑکے تھے۔ وہ روزانہ مکہ کے ایک رئیس عقبہ ابن معیط کی بکریوں کو لے کر انہیں چرانے کے لیے انسانی آبادی سے دور مکہ کی پہاڑیوں اور وادیوں کی طرف نکل جایا کرتے تھے دلچسپ بات یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بکریاں چرانا اُن کے نور اسلام سے مشرف ہونے کا ذریعہ بنا۔ اپنے ایمان لانے کا واقعہ وہ اپنی زبانی بیان کرتے ہیں۔

ایک روز عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے دور فاصلے پر اُدھیر عمر کے دو آدمیوں کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو تکان سے چور اور تھکاوٹ سے نڈھال ہونے کی وجہ سے بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور شدت تشنگی کے مارے ان کے ہونٹ اور حلق سوکھ کر کاٹا ہو رہے تھے۔ وہ دونوں اس کے قریب پہنچ کر رکے۔ اسے سلام کیا اور بولے:

”لڑکے! ہمارے لیے ان بکریوں کا دودھ دو! جس سے ہم اپنی پیاس بجھا سکیں اور اپنی رگوں کو تر کر سکیں۔“

”میں ایسا کرنے سے معذور ہوں۔ میں ان بکریوں کا دودھ آپ کو نہیں پیش کر سکتا کیونکہ یہ میری نہیں ہیں بلکہ میری امانت میں ہیں۔ میں ان کا مالک نہیں، امین ہوں۔“

لڑکے کا جواب سن کر ان دونوں نے کسی قسم کی ناگواری یا ناراضگی کا اظہار نہیں کیا بلکہ ان کے چہروں سے ظاہر ہو رہا تھا کہ انھوں نے اس جواب کو پسند کیا ہے۔ پھر ان میں سے ایک آدمی نے کہا: ”اچھا کسی ایسی بکری کی نشاندہی کرو جس نے کبھی بچہ نہ دیا ہو۔“ لڑکے نے اپنے قریب ہی کھڑی ایک چھوٹی سی بکری کی طرف اشارہ کر دیا۔ وہ آدمی اس کے قریب گیا۔ اسے پکڑا اور اللہ کا نام لے کر اس کے تھن پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ لڑکے نے حیرت

کے ساتھ دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایسی بکریاں جو کبھی گابھن نہ ہوئی ہوں، دودھ دینے لگیں لیکن دیکھتے ہی دیکھتے بکری کا تھن پھول کر بڑا ہو گیا اور اس میں تیزی کے ساتھ دودھ بہنے لگا۔ دوسرے آدمی نے زمین پر پڑا ہوا ایک پیالہ نما گہرا سا پتھر اٹھا کر اسے دودھ سے بھر لیا پھر اس دودھ کو ان دونوں نے پیا اور لڑکے کو بھی پلایا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اپنی آنکھوں کے سامنے پیش آنے والے اس واقعے پر مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ جب ہم سب لوگ اچھی طرح آسودہ ہو گئے تو اس بابرکت شخص نے بکری کے تھن سے کہا ”سکڑ جا“ اور وہ سکڑتے سکڑتے اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ اس وقت میں نے اس بابرکت شخص سے کہا:

”وہ کلمات جو آپ نے ابھی کہے تھے ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھا دیجئے۔“ تو اس نے کہا:

أَنْتَ غَلَامٌ، مُعَلَّمٌ

”تم ایک سکھائے پڑھائے لڑکے ہو۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور خاندان کے ہیں ان کو معاف فرما کر نرمی کا معاملہ فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو شرک سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور تنگ کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی گردنیں اڑادیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں اور ان کو اس میں داخل کر کے آگ لگا دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی رائے سنی مگر کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور اپنے خمیے میں تشریف لے گئے، لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ اب دیکھیں کس کی رائے پر عمل



ہوتا ہے، تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دل کو اتنا سخت کر دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔

اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

فمن تبعني فانه مني ومن عصاني فانك غفور رحيم  
پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص میرا کہنا نہ مانے سو آپ  
تو کثیر المغفرت، کثیر الرحمۃ ہیں۔

اور اے ابو بکر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے انہوں نے فرمایا تھا۔

ان تعذبهم فانك عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم  
اگر تو ان کو سزا دیں تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبرد  
ست حکمت والے ہیں۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

رب لاتذر على الارض من الكافرين ديارا

اے رب! زمین پر منکروں کا ایک بھی گھر بسنے والا نہ چھوڑیے۔

اور اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

ربنا اطس على اموالهم واشدد على قلوبهم فلا يؤمنوا حتى يرو العذاب

العلیم۔

اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجیے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت  
کر دیجیے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کے مستحق ہو کر اس کو دیکھ لیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے قیدیوں میں سے ہر

قیدی یا تو فد یہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑادی جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس حکم کی تعمیل سے سہل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیا کہ سہل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے ماکان لنبی ان یكون له اسراری سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے مدرسہ رسول سے علوم قرآن کا درس لیا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے بڑے قاری اور قرآن کریم کے معانی کے سب سے بڑے رمز شناس اور شریعت الہی کے سب سے بڑے نکتہ داں تھے۔ ایک بار جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میدان عرفات میں وقوف فرما ہوئے تھے ایک شخص نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

”امیر المؤمنین! میں کوفہ سے آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک شخص کو دیکھا جو قرآن میں دیکھے بغیر زبانی اس کی املاء کراتا ہے۔“ یہ سن کر انھوں نے خشمگیں لہجے میں پوچھا:

”تیرا برا ہو کون ہے وہ شخص؟“

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔“ اس نے ڈرتے ہوئے کہا۔

یہ سن کر بتدریج ان کے غصے کا اثر زائل ہونے لگا۔ یہاں تک کہ وہ اپنی معمول کی حالت پر آگئے۔ پھر انھوں نے فرمایا:

”بخدا میں نہیں جانتا کہ ان سے زیادہ کوئی دوسرا شخص بھی اس کا حق دار ہے۔ اس کے

متعلق میں تم سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں:

”ایک رات کا ذکر ہے رسول اللہ ﷺ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ وہ دونوں حضرات مسلمانوں کے مسائل کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی موجود تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے نکلے۔ ہم لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ چلے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ کوئی شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ ہم اسے پہچان نہ سکے۔ رسول اللہ ﷺ تھوڑی دیر کھڑے ہو کر اس کی قرأت سنتے رہے پھر ہماری طرف مڑتے ہوئے بولے:

من سترہ ان یقرأ القرآن رطباً کما نزل فلیقرأه علی قرأۃ ابن ام عبد  
”جو شخص قرآن کو اس طرح پڑھنا چاہے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے تو اسے چاہیے کہ ا  
بن ام عبد رضی اللہ عنہ کی قرأت کے مطابق اسے پڑھے۔“

پھر جب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھ کر دعائے مانگنے لگے تو رسول اللہ ﷺ کہتے جاتے:

سل تعطہ سل تعطہ (الحديث)

”مانگو دیا جائے گا مانگو دیا جائے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: ”پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بخدا میں صبح سویرے ان کے پاس جا کر ان کو رسول اللہ ﷺ کا ان کی دعا پر آمین کہنا، اس کی خوشخبری سناؤں گا اور جب سویرے ان کو خوشخبری دینے کے ارادے سے ان کے یہاں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے ان کو یہ خوشخبری دے چکے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے جب بھی کسی خیر میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مسابقت کی کوشش کی، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ مجھے پیچھے چھوڑ دیا۔“

کتاب اللہ کے علم میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقام اتنا بلند تھا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

”قسم اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، قرآن کریم کی جو آیت بھی نازل ہوئی

اس کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کہاں اور کس کے متعلق نازل ہوئی۔



اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ اس کے متعلق کوئی شخص مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور اس کے پاس پہنچنا ممکن ہو تو میں وہاں پہنچ کر اس کے علم سے ضرور استفادہ کروں گا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلق جو کچھ فرمایا۔ اس میں ذرہ برابر مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ اپنے ایک سفر کے دوران ایک قافلے سے ملتے ہیں رات اندھیری ہے۔ اس نے پورے قافلے کو تاریکی کے پردے میں چھپا رکھا ہے۔ اس قافلے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص سے کہتے ہیں کہ پوچھو۔

”آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ”فج عمیق سے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”اور کہاں کا ارادہ ہے۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ: ”بیت عتیق کا۔“

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس قافلے میں کوئی صاحب علم ہے اور انہوں نے اپنے آدمی سے کہا پوچھو۔

”قرآن کا کون سا حصہ سب سے عظیم ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ

”اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ اس کے سوا کوئی

خدا نہیں ہے۔ وہ نہ سوتا ہے نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ محکم ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَى

”اللہ تعالیٰ عدل و احسان اور رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”قرآن کا کون سا ٹکڑا سب سے جامع ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۚ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

”پھر جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بدی کی

ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ خوفناک ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

لَيْسَ بِأَمَانِيكُمْ وَلَا أَمَانِي أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزِيهِ وَلَا

يُجِدُّ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا

”انجام کار نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو بھی

برائی کرے گا اس کا پھل پائے گا اور اللہ کے مقابلے میں اپنے لیے کوئی حامی و مددگار نہ پا

سکے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: ”قرآن کا کون سا حصہ سب سے زیادہ امید افزا ہے؟“

ابن مسعود رضی اللہ عنہ:

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ يَغْفِرُ

الذَّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

”اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی

کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔ یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ وہ تو

غفور و رحیم ہے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ان سے پوچھو کہ ”کیا تم میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں؟“ تو قافلہ والوں نے جواب دیا کہ ”ہاں۔“

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف عالم وقاری اور عابد وزاہد ہی نہیں تھے بلکہ وہ بڑے ہمتی نہایت دور اندیش اور زبردست مجاہد اور میدان کارزار میں پیکر جرأت و شجاعت بھی تھے۔ وہ پہلے مسلمان ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے مشرکین کے مجمع میں با آواز بلند قرآن پڑھ کر سنایا۔

ایک روز مسلمان جب وہ قلیل التعداد اور کمزور تھے مکہ میں اکٹھے ہوئے اور آپس میں کہنے لگے۔ بخدا! ابھی تک قریش نے با آواز بلند کسی سے قرآن نہیں سنا۔ کون ہے جو ان کو سنا دے؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ”میں انہیں قرآن سناؤں گا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا ”آپ اس کے لیے مناسب نہیں ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام کوئی ایسا شخص انجام دے جس کی پشت پر اس کے قبیلے کی طاقت ہو کہ اگر قریش اس کے ساتھ بری نیت سے پیش آئیں تو اس کا قبیلہ اس کی حمایت کے لیے اٹھ کھڑا ہو۔“ لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”نہیں یہ کام مجھے ہی کرنے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے شر سے محفوظ رکھے گا اور ان کے مقابلے میں میری حمایت کرے گا۔“ پھر وہ چاشت کے وقت مسجد حرام میں داخل ہوئے اور مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت سرداران قریش کعبہ کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے مقام ابراہیم علیہ السلام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے قرآن کی تلاوت شروع کی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الرَّحْمٰنُ ط عَلَّمَ الْقُرْآنَ ط خَلَقَ الْاِنْسَانَ ط عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ط

”اللہ کے نام سے جو بے انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے۔ نہایت مہربان خدا نے اس قرآن کی تعلیم دی ہے۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا سکھایا۔“



وہ کتاب الہی کی آیات پڑھتے چلے گئے۔ آواز سن کر سردارانِ قریش ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

”یہ ابن ام عبدمنیؓ کیا پڑھ رہا ہے؟..... ارے اس کا ناس ہو۔ یہ تو اسی پیغام کا کوئی حصہ پڑھ رہا ہے جس کو محمد ﷺ لائے ہیں۔“ یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیزی سے ان کی طرف لپکے اور ان کے چہرے پر مارنے لگے لیکن انھوں نے تلاوت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ وہ برابر پڑھتے رہے اور وہیں جا کر رر کے جہاں تک وہ پہنچنا چاہتے تھے۔ پھر وہ لوٹ کر اپنے ساتھیوں میں آئے۔ اس وقت ان کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر کہا ”آپ کے متعلق ہم کو اسی بات کا اندیشہ تھا۔“ یہ سن کر انھوں نے کہا:

”بخدا یہ دشمنانِ خدا آج سے پہلے میری نظر میں اتنے ذلیل و بے وقعت نہ تھے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں کل بھی ان کو اسی طرح قرآن سناسکتا ہوں۔“ لیکن ساتھیوں نے کہا کہ ”نہیں بس اتنا کافی ہے۔ تم نے ان کو وہ چیز سنادی جس کا سننا انہیں گوارا نہیں ہے۔“

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک زندہ رہے۔ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ مزاج پرسی کے بعد انھوں نے دریافت کیا۔“ آپ کو کس چیز کی شکایت ہے؟“

بولے۔ ”اپنے گناہوں کی۔“ پوچھا ”کیا خواہش ہے؟“ بولے ”اپنے رب کی رحمت کی۔“

پوچھا ”کیوں نہ آپ کے وظیفے کی ادائیگی کا حکم جاری کر دوں جس کو لینے سے آپ نے پچھلے کئی سالوں سے انکار کر دیا ہے؟“ بولے ”مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔“ کہنے لگے ”آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا۔“

بولے ”کیا آپ کو میری بیٹیوں کے متعلق محتاجی کا اندیشہ ہے؟ میں نے انہیں ہر رات سورہ واقعہ پڑھنے کی ہدایت کر دی ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

من قرأ الواقعة كل ليلة لم تصبه فاقة

”جو شخص ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کرے گا وہ فقر و فاقہ سے دو چار نہ ہوگا۔

ابوالاحوص فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے چند احباب کے ساتھ ابو موسیٰ شمری رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھے، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ چلنے کے ارادے سے کھڑے ہوئے تو ابو مسعود نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ان سے زیادہ کوئی شخص قرآن کا عالم ہے، ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں نہیں یہ اس وقت بارگاہ رسول ﷺ میں حاضر رہتے تھے جب کہ ہم لوگ غائب ہوتے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس دن سے بہت دوست رکھتا ہوں، جس دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار آدمیوں سے قرآن حاصل کرو اور سب سے پہلے ابن ام عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ، میں نے عرض کیا، میں آپ کو قرآن سناؤ حالانکہ قرآن خود آپ پر نازل ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں، چنانچہ میں نے قرآن کی سورت نساء پڑھنی شروع کر دی جب میں آیت نمبر ۴۱ پر پہنچا:

فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلأء شهيدا

تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں آپ

ﷺ نے فرمایا بس کرو۔

## رازدان رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رازدان رسول ﷺ ہونے کا اعزاز بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حصے میں آیا۔ جب آپ بکریوں کی گلہ بانی سے نکل کر سرور کائنات ﷺ کی خدمت میں منتقل ہوئے تو آپ ہر وقت سفر میں، حضر میں، گھر کے اندر اور گھر سے باہر آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہتے۔ جب آپ ﷺ سو جاتے تو آپ ﷺ کو بیدار کرنے کی سعادت، جب آپ ﷺ غسل کرتے تو آپ کے پردے کا انتظام کرنے کی سعادت، جب آپ ﷺ باہر جانے کا ارادہ کرتے تو وہ آپ کو جوتے پہنانے کی سعادت، جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو وہ جوتوں کو پاؤں مبارک سے نکالنے کی سعادت، آپ ﷺ کے عصا اور مسواک کی حفاظت کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور جب آپ ﷺ کمرے میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے پہلے کمرے میں داخل ہوتے۔ الغرض یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کے قرب و تعلق کا یہ حال تھا کہ آپ ﷺ نے انہیں ہر وقت اپنے گھر آنے اور اپنے تمام رازوں سے واقف رہنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ ”رازدان رسول ﷺ“ کہے جاتے تھے۔

حدیث اور محدثین کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی بعثت انبیاء علیہم السلام کی تاریخ، امم سابقہ کو انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے آسمانی کتب ملنے کی تاریخ ہے اور اس امت کو بھی نبی کریم ﷺ کے واسطے سے قرآن ملا۔ قرآن و حدیث جمع ہوئے تو تعلیمات اسلامی کا آغاز ہو گیا۔

رسول کریم ﷺ پر پہلی وحی ”اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ“ (خلق: 1) غار حراء میں آئی تو آپ ﷺ نے اس کی خبر ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

کو دی۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر و حدیث کو ورقہ بن نوفل کے سامنے بیان کیا تو یہیں سے امت محمدیہ میں حدیث اور محدثین کا آغاز ہوا۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری کا آغاز اسی باب:

”کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“

سے کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا آغاز کیسے ہوا؟

یہ وحی کا پہلا دن تھا اور یہیں سے حدیث اور محدثین کا بھی آغاز ہوا۔ یہ بات بالکل صحیح اور تاریخی ہے کہ حدیث و محدثین اور بعثت نبوی کی تاریخ ایک ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ میں روایت حدیث کی تاکید ”فیبلغ الشاہد الغائب“ کے الفاظ سے فرمائی۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر دیتے تھے، فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنتے ہی پوری محنت، خلوص، شوق محبت اور انتہائی احتیاط کے ساتھ اس علم نبوی کو دوسروں تک پہنچانا شروع کر دیا۔ ان پاکیزہ شخصیات اور محتاط محدثین میں سے ایک شخصیت صاحب السواک والنعلمین، خادم رسول، فقیہ الامت، قاری و مفسر قرآن محدث کبیر امام ربانی حضرت عبداللہ بن مسعود الہذلی الکلی، المہاجر، البدری، الکوفی رضی اللہ عنہ کی ہے جن کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق چھٹے فرد ہیں جو حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، الاصابہ ج ۲ ص ۱۱۲۳، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۶)

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء للذہبی ج ۳ ص ۲۰۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا سبب

امام ابن العماد حسینی ابن الاثیری جزری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات نے آپ کے



اسلام لانے کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ آپ عقبہ بن معیط کی بکریاں چرایاں کرتے تھے۔ ایک دن آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما ان کے پاس آئے۔ آپ بکریاں چرا رہے تھے۔ جناب رسالت مآب ﷺ نے فرمایا: ”اے غلام! کیا تمہارے پاس دودھ والی بکری ہے؟“ عرض کیا: ”جی ہاں، لیکن مجھے اجازت نہیں۔ یہ بکریاں امانت ہیں۔“ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بکری لے آؤ جو دودھ نہ دیتی ہو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود ایسی بکری لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس کے شیردان پہ ہاتھ پھیرا اور دعا کی تو دودھ اتر آیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما ایک (برتن نما) پتھر لائے، اس میں دودھ نکالا گیا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو دودھ پینے کا فرمایا، پھر خود پیا اور عبداللہ بن مسعود کو بھی پلایا۔ عبداللہ بن مسعود آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر بول پڑے کہ مجھے بھی یہ بات سکھا دیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر کو مسلا اور فرمایا ”انک غلام معلم“ (تو ایسا نوجوان ہے جو سیکھنے کے لائق ہے۔)

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کلام اللہ اور کلام رسول اللہ کو ایسا سیکھا کہ امت کے امام بن گئے۔

خود فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے ستر سورتیں سیکھی ہیں رسول اللہ ﷺ کے بعد بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنے والے سب سے پہلے شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۶۷، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۲۰۸)

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا حلیہ مبارک

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما چھوٹے قد، گندمی رنگ، باریک پنڈلیوں، کمزور اور لطیف جسم والے لیکن علم کے کوہ گراں تھے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو پھل لانے کے لئے درخت پر چڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما درخت پر چڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کی پنڈلیاں دیکھ کر ہنس پڑے۔ تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”عبداللہ کی ٹانگ قیامت کے دن میزان میں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی۔“ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۷۳ حدیث: ۱۵۵۶۱ کتاب المناقب)

### حضرت عبداللہ بن مسعود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”وما حدثکم ابن مسعود فصدقہ“

کہ عبداللہ بن مسعود تمہیں جو بیان کریں اس کی تصدیق کرو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۲۰ مناقب عمار بن یاسر)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تسکو ابعد ابن مسعود“

کہ عبداللہ بن مسعود کے پختہ عزم کو تھام لو۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۰۱ مناقب عبداللہ بن مسعود)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اقرأ القرآن من اربعة نفر من این امر عبد فبدأ به“

کہ قرآن چار آدمیوں سے پڑھو، ان چار میں سے پہلا نام حضرت عبداللہ بن مسعود

کالیا۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۹۳، جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۰۱)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”من احب ان یقرأ القرآن غضا کما انزل فلیقرأ علی قراءة ابن امر عبد“

کہ جس شخص کو پسند ہو کہ وہ قرآن اس لہجے میں پڑھے جس لہجے میں نازل ہوا تو وہ

عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق پڑھے۔

(مجمع الزوائد، حدیث ۱۵۵۵۶، مستدرک حاکم، حدیث: ۵۳۳۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لو كنت مؤمرا احدا من غير مشورة لامرت ابن امر عبد۔  
اگر میں کسی کو بغیر مشورہ کے امیر بناتا تو عبد اللہ بن مسعود کو بناتا۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۷۰۱)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے قریبی اور پسندیدہ ساتھیوں میں سے تھے۔ آپ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرما رکھا تھا کہ ”تمہیں میرے گھر میں حاضر ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ پردہ اٹھا کر اندر آ جایا کرو اور ہماری باتیں سنا کرو، حضور اکرم ﷺ کی کچھ خاص خدمتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق تھیں۔ مثلاً جو تہ مبارک اٹھانا، مسواک کو اپنے اپنے پاس رکھنا، آپ کے آگے چلنا، نہاتے وقت پردہ کرانا، خواب سے بیدار کرنا وغیر۔

(الاستیعاب)

ابتدائے اسلام میں جب اپنے اسلام کا اظہار نہایت مشکل تھا، آپ وہ پہلے مسلمان تھے۔ جنہوں نے بیت اللہ شریف کے پاس کھڑے ہو کر مستانہ وار سورۃ الرحمن کی با آواز بلند تلاوت کی اور کفار مکہ کا ظلم برداشت کیا۔ (ابن ہشام)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عادات و اطوار میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے قریبی اصحاب کی نظر میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درجات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہیں۔ (بخاری بتعمیر الفاظ)

الاکمال فی اسماء الرجال میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں اپنی امت کے واسطے وہ پسند کرتا ہوں جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے واسطے پسند کریں اور امت کے واسطے اس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے ابن مسعود رضی اللہ عنہ ناپسند کریں، اس فرمانِ عظمت نشان کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا سب سے

پہلا اجتہاد جو نظر آتا ہے وہ خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں میں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان خوبصورت الفاظ میں اجتہاد کیا کہ ”ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لئے اسی شخصیت کو پسند کرتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دینی امور کے لئے پسند فرمایا ہے۔“ یعنی جس ہستی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی امانت کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اسی کو ہم خلافت کے لئے پسند کرتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدترین دشمن ابو جہل کی گردن کاٹنے کا شرف بھی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا۔ دونھے بچے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما نے جب اپنی تلواروں سے ابو جہل کو گھائل کر دیا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اس طرف سے گزر ہوا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس کارآمد تلوار نہ تھی۔ انہوں نے ابو جہل کی تلوار اٹھالی۔ ابو جہل کی نظر ان پر پڑی تو وہ ان کے ارادے کو بھانپ گیا۔ اس نے کہا: اے حقیر بھیڑیں چرانے والے! تو نے مشکل کام کو ہاتھ ڈالا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ ہی اس کی گردن کاٹ دی اور اس کا سر اور تلوار دونوں کو لا کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تلوار آپ ہی کو عنایت فرمادی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ میں حضرت عمار بن یاسر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا اور اہل کوفہ کو لکھا: میں نے عمار بن یاسر کو امیر اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ دونوں ہستیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب اور اصحاب بدر میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی پیروی اور اطاعت کرو اور ان کے ارشادات عالیہ کو دھیان سے سنو۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو تو میں نے اپنے نفس پر ایثار کر کے تمہارے پاس بھیجا ہے۔“

شقیق ابو وائل بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام



نبی ﷺ کے حلقے میں بیٹھا ہوں۔ میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات سے انکار کرتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا اور نہ کسی صحابی نے آپ رضی اللہ عنہ کا رد کیا۔ یعنی آپ فقہت کے اس مقام پر فائز تھے کہ آپ کی رائے کے سامنے کسی کو صحابی کو کبھی رائے پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ (طبقات ابن سعد)

یہی وہ مناقب و فضائل ہیں جن کے پیش نظر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فقہ کے سلسلے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پیروی کی ہے۔ آپ کے احوال مبارکہ ابن عبدالبر کی الاستیعاب، امام یافعی کی مرآة البحان، ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ابن قیم کی اعلام الموقعین، ابن حجر کی الاصابہ اور صاحب مشکوٰۃ کی الاکمال میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں

چار شخصیات سے قرآن سیکھو

وقال استقرؤا القرآن من أربعة من عبد الله بن مسعود، وسالم مولیٰ ابی حذیفہ، وأبی بن کعب، ومعاذ بن جبل

اور آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید چار آدمیوں سے سیکھو، عبداللہ بن مسعود، ابو حذیفہ کے مولیٰ سالم، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے۔ (بخاری: ۳۷۶۰)

قرآن کریم چار آدمیوں سے سیکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کیا انہوں نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا اس کے بعد بقیہ تینوں حضرات کا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام کو پہلے ذکر کرنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ باقی تینوں سے قرأت قرآن میں زیادہ فضیلت رکھتے تھے رہی چار حضرات کی تخصیص تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ چاروں باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان سے حفظ، الفاظ کے ضبط اور ان کی ادائیگی میں نسبتاً زیادہ مہارت رکھتے تھے وگرنہ قرآن کریم کی تفسیر اور دوسرے پہلوؤں سے زیادہ آگاہی رکھنے والے صحابہ کرام موجود تھے۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۳۹)

## میری دعا قبول ہوگئی

حضرت علقمہ سے مروی ہے کہ میں شام پہنچا تو سب سے پہلے میں نے دو رکعت نماز پڑھی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے کسی (نیک) ساتھی کی صحبت سے فیض یابی کی توفیق عطا فرما، چنانچہ میں نے دیکھا کہ ایک بزرگ آرہے ہیں، جب وہ قریب آگئے تو میں نے سوچا کہ شاید میری دعا قبول ہوگئی ہے۔ انہوں نے دریافت فرمایا: آپ کا وطن کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوفہ کا رہنے والا ہوں، اس پر انہوں نے فرمایا: کیا تمہارے یہاں صاحب تعلیم، صاحب وسادہ و مطہرہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نہیں ہیں؟ کیا تمہارے یہاں وہ صحابی نہیں ہیں جنہیں شیطان سے (اللہ کی) پناہ مل چکی ہے۔ (یعنی عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ) کیا تمہارے یہاں سربستہ رازوں کے جاننے والے نہیں ہیں کہ جنہیں ان کے سوا اور کوئی نہیں جانتا (پھر دریافت فرمایا) ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آیت واللیل کی قرآت کس طرح کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ واللیل اذا یغشوا والنهار اذا تجلی والذکر والانثی آپ نے فرمایا کہ مجھے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے اسی طرح سکھایا تھا۔ لیکن اب شام والے مجھے اس طرح قرآت کرنے سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ (بخاری: ۳۷۶۱)

## عادات و اخلاق میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب

حضرت عبدالرحمن بن زید سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ صحابہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات و اخلاق اور طور طریق میں سب سے زیادہ قریب کون سے صحابی تھے؟ تاکہ ہم ان سے سیکھیں، انہوں نے کہا اخلاق، طور و طریق اور سیرت و عادت میں ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب اور کسی کو میں نہیں سمجھتا۔ (بخاری: ۳۷۶۲)

## خادم مصطفیٰ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت اسود بن یزید سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ میں اور میرے بھائی یمن سے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوئے اور ایک زمانے تک یہاں قیام کیا، ہم اس پورے عرصہ میں یہی سمجھتے رہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے ہی کے ایک فرد ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اور ان کی والدہ کا (بکثرت) آنا جانا ہم خود دیکھا کرتے تھے۔ (بخاری: ۳۷۶۳)

## حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی سیرت

حضرت تمیم بن حرام کہتے ہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی صحبت میں بیٹھا ہوں۔ میں نے کسی کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ دنیا سے بے رغبت اور ان سے بڑھ کر آخرت کی خواہش کرنے والا نہیں دیکھا۔ مجھے ہرگز پسند نہیں کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی شخص کی تربیت میں رہوں۔ رات کو جب لوگ آنکھیں بند کر کے سو جاتے، حضرت عبداللہ بن مسعود نوافل ادا کرنے کھڑے ہو جاتے۔ پست آواز میں تلاوت کرتے تو یوں محسوس ہوتا، ان کے گھر میں شہد کی ٹھیاں بھینبھا رہی ہیں۔ (متدرک حاکم، رقم ۵۳۷۷)

نوافل پڑھنے کا یہ سلسلہ صبح تک جاری رہتا۔ زیادہ رونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ موت کو یاد کرتے اور کہتے، آج میری تیاری نہیں، میرا دل چاہتا ہے، مروں تو دوبارہ نہ اٹھوں۔ فرمایا، جو آخرت کو مقصود بناتا ہے، دنیا خراب کر لیتا ہے اور جو دنیا کو <sup>مطمئن</sup> نظر بنالیتا ہے، اس کی آخرت برباد ہو جاتی ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے لوگو! ہمیشہ رہنے والی آخرت کی خاطر دنیاے فانی کا نقصان برداشت کر لو۔ جو دنیا میں ریا کاری اور دکھاوا کرتا ہے، روز قیامت اللہ بھی اس سے ٹال

مٹول کرے گا۔ جو دنیا کی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ اس کی آخرت میں دنیا ہی کی رسوائیاں لکھ دیتا ہے۔ جو بلندیاں پانے کے لیے دوڑتا ہے، اللہ اسے پست کر دیتا ہے اور جو اللہ کی خشیت اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلند کر دیتا ہے۔ ایک باریوں نصیحت کی، اللہ کی قسمت پر راضی ہو جاؤ تو مال دار ترین بن جاؤ گے، حرام کاموں سے بچو تو تقویٰ کی بلند ترین منزلیں پا لو گے، اپنے فرائض ادا کر لو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔ کہتے ہیں، مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا، دولت مندی ہو یا غربت۔ غربت میں صبر اور تو نگری میں تواضع، دونوں اللہ کے حق ہیں جن کا دھیان رکھنا پڑتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں، ایک صاحب علم آدمی اپنی کی ہوئی کسی غلطی کی وجہ سے سیکھا ہوا علم بھی بھول جاتا ہے۔ علم حاصل کرو، جب یہ حاصل ہو جائے تو عمل پر جت جاؤ۔ علم زیادہ روایات جان لینے کا نام نہیں، یہ تو خشیت الہی ہے۔ وہ گھر (دل) جس میں کتاب اللہ کا کوئی علم نہیں، اصلاً اجاڑ اور بے آباد گھر ہے۔ حال قرآن کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ سوئے ہوئے ہوں، وہ بیدار ہوتا ہے۔ سب کھاپی رہے ہوتے ہیں، وہ روزے سے ہوتا ہے، لوگ خوش باش ہوں، وہ غمگین ہوتا ہے۔ سب ٹھٹھا کر رہے ہوں، وہ گریہ کرتا ہے۔ لوگ مل جل کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں، وہ خاموش ہوتا ہے۔ لوگ ڈینگیں مار رہے ہوتے ہیں، وہ عاجزی سے بیٹھا ہوتا ہے۔ شیطان سورہ بقرہ کی تلاوت سنتے ہی گھر سے بھاگ نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جمعرات کے دن لوگوں کو پند و نصیحت کرتے تھے۔ ایک شخص نے کہا، ابو عبد الرحمن! میرا دل چاہتا ہے، آپ ہمیں ہر روز وعظ و نصیحت کیا کریں۔ انھوں نے جواب دیا، ایسا کرنے سے مجھے ایک ہی شے روکتی ہے کہ میں تمہیں اکتانا نہیں چاہتا۔ میں موقع محل دیکھ کر تمہیں نصیحت کرتا ہوں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے کہ ہم اکتانہ جائیں، نصیحت کرنے میں وقت اور موقع کا لحاظ فرماتے تھے۔

(بخاری، رقم ۷۰)



ایک دفعہ وعظ و نصیحت کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا، اپنا دین کسی شخص کے ہاتھ میں نہ دے دینا۔ وہ ایمان لائے تو تم لے آؤ، وہ کفر کرے تو تم اس کے پیچھے کفر کا ارتکاب کرو۔ اگر پیروی ہی کرنی ہے تو دنیا سے چلے جانے والے کی کرو، کیونکہ زندہ آدمی کا کچھ پتا نہیں ہوتا، کب فتنے میں مبتلا ہو جائے۔ ایک موقع پر ارشاد کیا، اللہ سے ملاقات ہی مومن کی سب سے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جو اس راحت کو پانے کی واقعی آرزو کرتا ہے اسے یہ مل جاتی ہے۔ دلوں کی چبھن سے بچ کر رہو، جو شے دل کو کھٹکے وہ شے چھوڑ دو۔ روئے زمین پر زبان ہی ایسی شے ہے جسے لمبی قید ہونی چاہیے۔ ایک خطبے میں کہا، لوگو! تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے زیادہ نمازیں پڑھتے ہو، روزے رکھتے ہو اور ان سے بڑھ کر اجتہاد کرتے ہو پھر بھی وہ تم سے بہتر تھے۔ پوچھا، کیوں؟ بتایا، وہ دنیا سے بے پروا اور آخرت کی رغبت رکھنے والے تھے۔ ایک شخص نے وصیت کرنے کو کہا تو فرمایا، تم اپنے گھر ہی میں کشادگی پاؤ، اپنی زبان پر قابو رکھو اور اپنی غلطیوں پر گڑ گڑاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو تہ بند لٹکائے ہوئے دیکھا تو کہا، اپنا تہ بند اونچا کرو۔ اس نے کہا، ابن مسعود! اپنا تہ بند تو سنبھال لیں۔ کہا، میں تمہاری طرح نہیں، میری پنڈلیاں تپلی ہیں اور میرا رنگ گندمی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو اس شخص کو ایک ضرب لگائی اور کہا، کیا تو نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو جواب دیا؟

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے اہل علم کو معلوم ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بہت قریب اور کتاب اللہ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آئے اور بیٹھنے لگے۔ اپنے چھوٹے قد کی وجہ سے وہ لوگوں میں چھپ گئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ہنسی مذاق کرنے لگے، واپس ہوئے، نظروں سے اوجھل ہوئے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ علم کی زینیل (کنیف) ہیں جو علوم و

معارف سے لبریز ہے۔ یہ فقرہ آپ ﷺ نے تین بار کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے کے بعد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لفظ کنیف سے ملقب ہو گئے، یہ لقب محدثین کے ہاں ان کے لیے خاص ہو گیا۔

یہ لقب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عطا کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا، سنت کا علم حاصل کیا، علم ہی پر اکتفا کر لیا اور یہی بہت ہے۔ (مستدرک حاکم، رقم: ۵۲۹۲)

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارکہ سے ستر سورتیں سیکھیں۔ (بخاری، رقم: ۵۰۰۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تو پڑھا ہوا بالک ہے۔ (مسند احمد: ۳۵۹۹)

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۃ نساء (۴) سنانے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا، کیا میں پڑھ کر سناؤں، حالانکہ قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے؟ فرمایا، میں دوسرے کے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔ میں نے تلاوت شروع کی۔ جب آیت فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید و جئنا بک علی ہؤلاء شہیدا، (۴۱) پر پہنچا تو آپ نے روک دیا، تب آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔ (بخاری: ۴۵۸۲، مسلم: ۱۸۱۹)

حضرت علقمہ شام گئے تو ابوالدرداء سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انھوں نے پوچھا، کیا تمہارے ساتھ وہ صاحب (حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نہیں رہتے جن پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں، بستر اور وضو کے پانی کی ذمہ داری تھی، جو رازدان رسالت تھے؟

(بخاری، رقم: ۳۷۶۱)

حضرت مسروق کہتے ہیں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ رہا ہوں۔ انھیں میں نے ایک ذخیرہ آب کی مانند پایا ہے جو ایک شخص کو، دو افراد کو، دس آدمیوں کو،

سوانسانوں کو حتیٰ کہ تمام اہل زمین کو سیراب کر سکتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایسا چشمہ ہی تھے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کسی نے وراثت کا مسئلہ دریافت کیا۔ انھوں نے بتا کر تصدیق کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ ان کے فتویٰ میں غلطی نکل آئی تو کہا، جب تک علامہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ موجود ہیں، مجھ سے استفتائہ کریں۔

(بخاری، رقم ۶۷۳۶)

شام کے لوگ مقداد بن اسود اور ابوالدرداء کی سکھائی ہوئی قرأت کے مطابق قرآن پڑھتے، اہل عراق اس معاملہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے۔ یہ لوگ آپس میں ملتے تو اپنی اپنی قرأت کی فضیلت جتاتے، ان کے اختلافات سن کر نئے ایمان لانے والے تذبذب میں مبتلا ہو جاتے کہ کس قرأت کو اختیار کریں۔ ان حالات میں اندیشہ تھا کہ کوئی نیا فتنہ نہ جنم لے لے۔ اس لیے خلیفہ سوم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے قرآن مجید کا وہ نسخہ حاصل کیا جو پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس کی کتابت کرنے کا حکم دیا۔ انھوں نے اس کی نقلیں کروا کر شام، مصر، کوفہ، بصرہ، مکہ اور یمن بھجوادیں، ملت اسلامیہ کو اس مصحف پر جمع ہونے اور دیگر قراءتوں والے مصاحف کو جلانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ان کا مصحف لے کر تلف کر دیا گیا۔ اس موقع پر انھوں نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا، مجھے زید بن ثابت کی قرأت کو اختیار کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے ستر سے زیادہ سورتیں حاصل کی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جانتے ہیں، میں ان سب سے زیادہ کتاب اللہ کو جاننے والا ہوں، حالانکہ میں ان میں سے بہترین نہیں۔ (بخاری: ۵۰۰۰، مسلم: ۶۳۱۳)

کسی نے اس بات میں مجھ سے اختلاف نہیں کیا۔ زید بن ثابت صاحب عز و شرف

ہیں، تب ان کے سر پر دو چوٹیاں (یا ایک چوٹی) ہوتی تھیں اور وہ بچوں سے کھیلا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں کوئی سورت، کوئی آیت ایسی نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کب اتری۔ اگر مجھے علم ہو جاتا کہ کوئی مجھ سے بھی زیادہ قرآن جاننے والا ہے اور اونٹوں کی سواری مجھے اس تک پہنچا دے گی تو میں ضرور اس کے پاس جاتا۔ (بخاری: ۵۰۰۲، مسلم: ۶۳۱۵)

ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اہم مسئلے پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو فرمائی۔ مسجد میں آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ مل گئے۔ آپ نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں کھڑے ہیں اور تو اتر سے سورہ نساء پڑھ رہے ہیں۔ آپ نے ان کی قرأت سنی اور ارشاد فرمایا، جسے بھلا لگتا ہے کہ قرآن ویسے ہی (سنے یا) پڑھے جیسے ابھی اتر اتوا بن ام عبد (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) کی قرأت (سنے یا اس) کے مطابق پڑھے۔ نماز کے بعد وہ استغفار کرنے اور دعا مانگنے لگے تو آپ نے فرمایا، مانگو، دیا جائے گا۔ انھوں نے دعا کی، اے اللہ! میں تم سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو لازوال ہو، ایسی نعمتیں جو برباد نہ ہوں، آنکھوں کی ٹھنڈک جو ختم نہ ہو اور جنت خلد کے اعلیٰ درجوں میں تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت چاہتا ہوں۔ اس بات پر حضرت عمر حضرت عبداللہ کو بشارت دینے آئے تو دیکھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان سے پہلے ان کی طرف جا رہے ہیں تو ان سے کہا، آپ نیکی کی طرف خوب لپکتے ہیں۔ (مستدرک حاکم، رقم ۵۳۸۶)

حضرت حذیفہ کی روایت ہے، آپ نے فرمایا، میرے بعد حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرنا، عمار بن یاسر کے طریقے پر چلنا اور ابن ام عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے عہد کو تھامے رکھنا۔

(ترمذی، رقم ۳۶۶۲)

حضرت عبداللہ بن عباس نے ابو ظبیاں سے سوال کیا، دو قرأتوں میں ہم کس کو اختیار کریں؟ انھوں نے جواب دیا، پہلی قرأت ابن ام عبد کی ہے۔ ابن عباس نے تائید کی،



ہاں! دوسری قرأت بھی یہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک بار جبرئیل علیہ السلام کو قرآن پڑھ کر سنا تے، جس سال آپ کی وفات ہوئی، آپ نے دو مرتبہ قرآن سنایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس موقع پر موجود تھے، انھیں علم تھا، کیا منسوخ ہوا، کیا تبدیل ہوا۔ حج کے موقع پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ عرفات میں تھے کہ ایک آدمی نے بتایا، میں کوفہ سے آیا ہوں۔ وہاں ایک شخص قرآن پاک زبانی املا کراتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت غصہ آیا، بے قابو ہونے لگے۔ پھر پوچھا، وہ کون ہے؟ جواب ملا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دفعۃً ان کا غصہ جاتا رہا۔ پرسکون ہو کر بولے، میرے علم میں ان کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں جسے یہ حق حاصل ہو۔ ابو عبدالرحمن سلمی، عبید بن نضلہ اور چند دوسرے قراء نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قراءت روایت کی ہے۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی غزوہ بدر میں شرکت

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت ایک مقدس اور پاکیزہ جماعت ہے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت صحبت سے اللہ رب العزت نے ان نفوس قدسیہ کو انسانی شرافت کا اعلیٰ نمونہ بنایا، یہی وجہ ہے کہ ہر صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی چلتا پھرتا اسلام ہے، اللہ رب العزت نے ان فداکاروں کو ہدایت یافتہ ہونے کی سند عطا فرمائی، قرآن کریم نے ان کی زندگی اور ان کے افکار و نظریات میں انقلاب پیدا کر کے ان کی زندگی کا رخ مقصدِ اصلی کی طرف پھیر دیا، ہر ایک کے دل میں بس ایک ہی لگن تھی، اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت حق اور تبلیغ اسلام ہو جائے وہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات پر شرعی احکام اور اسلامی مقاصد کو غالب رکھتے تھے، جنت اور مغفرت کی طلب اور آرزو نے ان کو اللہ اور رسول سے اتنا قریب کر دیا تھا کہ ان کو دنیا والوں کی خوشی اور ناخوشی کی کوئی پروا نہ تھی، ان کی مقدس زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جب بھی باطل پرستوں نے عظمت اسلام کو لٹکارا، آفتاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو بجھانے کی کوشش کی اور قصر دین و ملت پر

بلغاری کی تو اصحاب رسول دشمنوں پر قہر و غضب بن کر ٹوٹے، شیر و ببر بن کر جھپٹے اور راہ حق میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو ٹھوکروں میں اڑا دیا، باطل کے سیل رواں کے سامنے سید سکندری بن گئے، طاغوتی طاقتوں کے سامنے سینہ سپر ہو گئے، قصر اسلام کی حفاظت کی اور پرچم توحید بلند رکھا، حد تو یہ ہے کہ توحید کے پرستاروں اور شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے توحید و رسالت کے سامنے رشتہ اخوت و ابوت تک کو قربان کر دیا، خونی رشتوں تک کی پرواہ نہ کی جیسا کہ پہلامی تاریخ سے واضح ہے، اسی کے ساتھ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلام کی سب سے پہلی معرکہ الآراء اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی لڑائی غزوہ بدر کبریٰ میں شرکت کی ان کو دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر حد درجہ فضیلت حاصل ہے، قرآن و حدیث نے ان کی فضیلت اور کارناموں کو نمایاں انداز میں بیان کیا ہے۔

### غزوہ بدر

اسلام کے غزوات میں غزوہ بدر سب سے پہلا اور کفر و شرک میں امتیاز پیدا کرنے والا غزوہ ہے؛ اس لئے کہ اسلام کی عزت و شوکت کی ابتداء اور کفر و شرک کی ذلت و رسوائی کی ابتداء اسی غزوہ سے ہوئی، اس لئے اس میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

یہ غزوہ رمضان ۲ھ میں پیش آیا، اس غزوہ میں اسلام کو ظاہری اور مادی اسباب کے بغیر اللہ کی رحمت اور تائید غیبی سے فتح و کامیابی حاصل ہوئی، اس سے کفر و شرک پر کاری ضرب لگی، اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے اس دن کو قرآن کریم میں یوم الفرقان فرمایا، بدر ایک کنویں کا نام ہے جو بدر بن حارث یا بدر بن کمدہ نے بنایا، اس لئے اس کے قرب و جوار کے میدان کو بھی بدر کہتے ہیں، یہ مقام مدینہ سے مکہ کے راستے میں تقریباً اسی میل پر واقع ہے۔

## غزوہ بدر کے اسباب

کفار مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کا مکہ سے صاف نکل جانا اور مدینہ میں شان و شوکت اور عظمت کے ساتھ رہنا اور فداکاران اسلام میں روز افزوں ترقی ہونا بہت ناگوار اور کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، وہ مدینہ کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ترغیب دے رہے تھے کہ مدینہ میں تارکین وطن کو پناہ نہ دی جائے، انہوں نے مدینہ کے منافقین اور یہود سے ساز باز شروع کر دیا تھا اور قریش کے چھوٹے چھوٹے جتھے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے مدینہ کے قریب اکثر گشت لگا رہے تھے، کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہوں پر لوٹ مار کرتا رہتا تھا، ان حالات کے بعد اللہ تعالیٰ نے اب مسلمانوں کو بھی مقابلہ کی اجازت دی تب مسلمانوں نے اس چھیڑ چھاڑ کا جواب دینا شروع کیا، اہل مکہ کی تجارت کا سلسلہ شام سے وابستہ تھا اور مدینہ کے علاقہ سے یہ راستہ گزرتا تھا، مسلمانوں نے اس میں رکاوٹ پیدا کرنی شروع کر دی؛ تاکہ اہل مکہ کی مالی قوت پر اثر پڑے جس کے بل بوتے پر وہ مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی فکریں کرتے رہتے ہیں، نیز اس تجارت کے حیلہ سے منافقین اور یہود مدینہ سے ساز باز کا جو موقع ہاتھ آجاتا تھا اس کا بھی خاتمہ کر دیا جائے۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان بھی خاموش رہتے نظر نہیں آتے اور ہماری دسیہ کاریوں کا جواب ملنے لگا ہے تو بڑے غور و خوض کے بعد ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے خفیہ تدابیر شروع کر دیں؛

مگر جنگ کے لئے کثیر سرمایہ کی ضرورت تھی؛ اس لئے شام کی تجارت کے موسم میں ابوسفیان کی سرکردگی میں ایک تجارتی قافلہ بھیجا گیا، تمام مردوں اور عورتوں نے اپنا اپنا سرمایہ اس قافلہ کے حوالہ کر دیا، تاکہ منافع کی رقم جنگ کے سامان پر خرچ کی جاسکے۔

## حملہ کی تیاری

ابوسفیان سب اپنے رفیقوں کے ساتھ شام سے مکہ واپس ہونے لگا تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات و واقعات پر نظر رکھتے ہوئے اس قافلہ پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا، جلد سے جلد جو اشخاص تیار ہو سکے ان کو لے کر روانہ ہوئے، یہ تین سو تیرہ تھے اور ساز و سامان کا حال یہ تھا کہ صرف دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اور معمولی اسلحہ، چند آدمیوں کے علاوہ کسی کے پاس زرہ بھی نہ تھی۔

### ابوسفیان کا حزم و احتیاط

ابوسفیان کو جب اس بات کا علم ہوا تو ھممیم بن عمر غفاری کو اجرت دے کر مکہ دوڑایا کہ جا کر قریش کو اطلاع دے، جب قریش کو معلوم ہوا تو تمام اہل مکہ میں ہل چل پڑ گئی؛ چونکہ قریش کی اپنی پوری پونجی اس قافلہ کی تجارت میں لگی ہوئی تھی، ابولہب کے سوا کوئی شخص مکہ میں نہیں ٹھہرا، اس نے بھی اپنی جگہ عاص ابن ہشالم کو روانہ کیا، پورے جوش اور ساز و سامان کے ساتھ ایک ہزار جنگ جو جن میں سو گھوڑے سوار، پیادہ فوج میں چھ سو زرہ پوش بے شمار اونٹ اور بے شمار اسلحہ کے ساتھ ابو جہل کی سرداری میں نکلے۔

ابوسفیان نے حالات کا اندازہ کر کے قافلہ کا رخ بدل دیا اور ساحل کے راستہ سے صحیح سالم نکل گیا اور قریش کو یہ پیغام بھیجا کہ تم لوگ صرف قافلہ کے آدمیوں کو اور اپنے اموال کو بچانے کے لئے آئے تھے، اللہ نے سب کو بچا لیا ہے، لہذا تم سب مکہ واپس ہو جاؤ، ابو جہل نے کہا جب تک ہم بدر پہنچ کر تین دن تک کھاپی کر اور گا بجا کر خوب مزے نہ اڑالیں اس وقت تک ہرگز واپس نہ ہوں گے۔

### نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ

جب اسلامی لشکر رزوحا پہنچا تو مخبر نے اطلاع دی کہ مکہ سے زبردست لشکر مسلمانوں سے جنگ کی غرض سے آرہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ فرمایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پورے جوش و خروش کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے پر آمادگی ظاہر فرمائی، اس طرح مسلمانوں کے تین سو تیرہ مجاہدین کا بے سرو سامان لشکر اور دوسری طرف کفار مکہ کا



ایک ہزار پر شوکت لشکر بدر پہنچا۔

### اللہ کی مدد اور جنگ

دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی اللہ کی غیبی مدد ہوئی، کفار کا لشکر جنگ میں درہم برہم ہو کر شکست کھا گیا، ابو جہل اور مکہ کے بڑے بڑے سردار ہلاک ہو گئے، جس سے مکہ والوں کی طاقت ہمیشہ کے لئے کھوکھلی ہو گئی، رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور زبان مبارک سے فرمایا: الحمد لله الذی اعز الاسلام واهله۔ حمد ہے اس ذات پاک کی جن نے اسلام کو اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔

بعض روایات میں ہے کہ سجدہ شکر بھی ادا کیا اور ابن ماجہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے شکر یہ میں دو گانہ پڑھا، اس جنگ میں ستر اہل مکہ ہلاک ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں زخمی اور قید ہوئے، کفار کے مقتولین کی لاشیں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے بدر کے کنویں میں ڈال دی گئیں، امیہ کی لاش پھول کر بہت بھاری ہو گئی تھی اس لئے قتل گاہ ہی میں چھپا دیا گیا، ابو لہب شریک جنگ نہ تھا، جب اس کو اس شکست کی اطلاع ہوئی تو غم کی وجہ سے مکان میں چلا گیا اور اپنے غصہ میں گھل کر یا کسی طاعونی بیماری میں مبتلا ہو کر گھر ہی میں مر گیا، مسلمانوں میں چودہ شہید ہوئے، چھ مہاجرین اور آٹھ انصار، جو کفار قید ہوئے انہیں فدیہ دے کر چھوڑ دیا گیا، فدیہ کی مقدار حیثیت کے مطابق ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک تھی، جو نادار تھے اور فدیہ نہیں دے سکتے تھے، وہ بلا کسی معاوضہ اور فدیہ آزاد کر دئے گئے، جو لکھنا جانتے تھے انہیں دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دینے پر آزاد کر دیا گیا، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اسی طرح لکھنا سیکھا۔

### اہل بدر کی تعداد

بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد میں روایتیں مختلف ہیں، مشہور یہ ہے کہ تین سو تیرہ تھے، تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس بارے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں،

حافظ ابن سید الناس رحمہ اللہ نے عیون الاثر میں تمام اقوال کو جمع کر دیا اور ۳۶۳ نام شمار کرائے، حضرت جعفر بن حسن بن عبدالکریم برزنجی رحمہ اللہ نے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کے اسماء مبارکہ اور ان کے فضائل و فوائد پر مشتمل ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے "بجالیۃ الکرب باصحاب سید العجم والعرب" اس کتاب میں برزنجی رحمہ اللہ نے متعدد کتابوں کے حوالہ سے اصحاب بدر رضی اللہ عنہم کو ۳۶۳ کی تعداد میں ذکر کیا، تاکہ کسی قول کی بناء پر کوئی نام نہ رہ جائے، احتیاطاً سب کا ذکر کر دیا؛ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد تین سو تریسٹھ ہے، بلکہ انہوں نے وضاحت کر دی کہ اس سلسلہ میں راجح قول یہی ہے کہ اصحاب بدر رضی اللہ عنہم تین سو تیرہ ہیں جیسا کہ صاحب استیعاب نے ۳۱۳ کی تعداد ہی بیان کی ہے۔

مسند احمد، مسند بزار اور مجمع طبرانی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اہل بدر تین سو تیرہ تھے، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے لئے روانہ ہوئے تو کچھ دور چل کر اصحاب رضی اللہ عنہم کو شمار کرنے کا حکم دیا، جب شمار کئے گئے تو تین سو چودہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر شمار کرو، دوبارہ شمار کر ہی رہے تھے کہ دور سے دبلے اونٹ پر ایک شخص سوار نظر آیا، اس کو شامل کر کے تین سو پندرہ ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کے ارادہ سے روانہ ہوئے تو تین سو پندرہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔

یہ تین روایتیں ہیں، لیکن حقیقت میں سب متحد و متفق ہیں، اس لئے کہ اگر اس آخری شخص اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شمار کیا جائے تو تین سو پندرہ تھے، اگر اس آخری شخص اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ شمار نہ کیا جائے تو پھر یہ تعداد تین سو تیرہ ہے، اس سفر میں کچھ صغیر السن بچے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، جیسے: ۱۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ۔ ۲۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ ۳۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔ ۴۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مگر ان کو قتال کی اجازت نہ تھی، اگر ان کسبچوں کو بھی بدر میں شمار کر لیا

جائے تو پھر تعداد تین سوائس ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل بدر تین سوائس تھے۔

آٹھ آدمی ایسے تھے جو اس غزوہ میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے، لیکن اہل بدر میں شہر کئے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے مال غنیمت میں سے ان کو بھی حصہ عطا فرمایا، وہ آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم یہ ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی علالت کی وجہ سے مدینہ منورہ چھوڑ گئے تھے۔

۲۔ ۳۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلہ کے تجسس کے لئے بھیجا تھا۔

۴۔ حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ ان کو روماء سے مدینہ منورہ پر اپنا قائم مقام بنا کر واپس فرمایا۔

۵۔ حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ کو عوالی مدینہ پر مقرر فرمایا۔

۶۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ بن حاطب بن عمرو بن عوف کی طرف سے آپ کو کوئی خبر پہنچی تھی اس لئے آپ نے حضرت حارث بن حاطب کو بنی عمرو کی طرف واپس بھیجا۔

۷۔ حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ ان کو رسول اللہ ﷺ نے چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام روحا سے واپس فرمادیا تھا۔

۸۔ حضرت خوات رضی اللہ عنہ بن جبیر پنڈلی میں چوٹ آجانے کی وجہ سے مقام صفراء سے واپس کر دئے گئے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ مستدرک حاکم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا بھی حصہ لگایا، جو اس وقت حبشہ میں تھے اور کہا جاتا ہے کہ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ یعنی سہل رضی اللہ عنہ کے والد نے راستہ میں انتقال فرمایا اور صبح مولیٰ احمیہ بیماری کی

وجہ سے واپس ہوئے۔

### بدری فرشتے

اس جنگ میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر حاضر ہوا تھا، اس لئے حق تعالیٰ شانہ نے مسلمانوں کی مدد کے لئے حضرت جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا جو ایک ہزار، پھر تین ہزار، پھر پانچ ہزار تھے۔

شیطان سراقہ بن مالک کی شکل میں اور اس کا لشکر بنو مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوا، اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں کی شکل میں نمودار ہوئے، یہ اگرچہ صورت انسان تھے، مگر فرشتے تھے، جنگ بدر میں فرشتوں کا مسلمانوں کی مدد کے لئے آسمان سے نازل ہونا اور ان کا جہاد میں شریک ہونا آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ ﷺ سے ثابت ہے، لیکن روایات میں صرف تین فرشتوں کے نام معلوم ہوتے ہیں۔

۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ ۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام۔ ۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام۔

### شہدائے بدر

معرکہ بدر میں ۱۱۴ صحابہ رضی اللہ عنہم رسول ﷺ شہید ہوئے، ان میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصاری تھے۔

### حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ قریش کے مطلبی شاخ سے تعلق رکھتے تھے، کنیت ابو الحارث اور لقب شیخ المہاجرین ملا تھا، خاندان عبدالمطلب میں سے آپ کو قدیم الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا، آپ نبی کریم ﷺ کے دارالتبلیغ دارالرقم کے افتتاح کرنے سے پہلے ہی دولت اسلام سے فیضیاب ہو چکے تھے، عمر میں نبی کریم ﷺ سے دس سال بڑے تھے، جب ہجرت کا حکم ملا تو آپ ﷺ اپنے بھائیوں طفیل، حصین اور مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ



مدینہ منورہ پہنچے اور عبداللہ بن سلمہ عجلانی کے ہاں قیام کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بڑی قدر و منزلت تھی، غزوہ بدر میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی جانیں ناموس رسالت پر نچھاور کیں ان میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث نے سب سے پہلی اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کیا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں سر خرو ہو گئے۔

آپ کو مقام صفراء میں دفن کیا گیا، آپ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کا ایک قافلہ اس مقام پر خیمہ زن ہوا تو ساری وادی مشک خالص کی خوشبو سے معطر تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام پر مشک کی خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں معلوم نہیں کہ میرے عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الحارث کی قبر ہے۔

حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی عمیر رضی اللہ عنہ اور لقب ذوالشمالین تھا، اس لقب کی وجہ یہ تھی کہ آپ دونوں ہاتھوں سے بیک وقت کام کرتے تھے، آپ کے والد عبد عمرو بن فضلہ قبیلہ خزاعہ سے تعلق رکھتے تھے، اپنا قبیلہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آ گئے تھے اور عبد الحارث بن زہرہ کے حلیف تھے، عبد الحارث نے اپنی بیٹی نعمی کی شادی عبد عمرو سے کی، اسی نعمی کے بطن سے حضرت عمیر ذوالشمالین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے آپ مہاجرین بنو زہرہ میں سے تھے، جنگ بدر میں ابو اسامہ جثمی کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا، رضی اللہ عنہ۔

حضرت صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ

آپ بنی حارث سے تھے، والد کا نام بیضاء تھا، کنیت ابو عمرو، جلیل القدر بدری شہداء میں شمار ہوتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ بنو عدی کے ہاتھوں میدان بدر میں شہید ہوئے۔

حضرت عاقل رضی اللہ عنہ

آپ مدینہ پاک میں بنو عدی کے حلیف تھے، سابقون الاولون میں شمار ہوتے ہیں،

دار ارقم میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اگرچہ آپ کے دوسرے بھائی عامر، الیاس اور خالد بھی معرکہ بدر میں شریک ہوئے، مگر شہادت صرف آپ ہی کو نصیب ہوئی، دور جاہلیت میں آپ کو غافل نام سے یاد کیا جاتا تھا، جب رسول اللہ ﷺ کی صحبت سے فیض یاب ہونے لگے تو آپ ﷺ نے ان کا نام غافل سے عاقل رکھ دیا۔

### حضرت عمیر رضی اللہ عنہ

والد کا نام مالک بن اہیب تھا، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فاتح قادسیہ کے چھوٹے بھائی تھے، جنگ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ عمرو بن ود کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

### حضرت مجع بن صالح رضی اللہ عنہ

یمن کے رہنے والے تھے عرب قزاقوں نے آپ کو گرفتار کیا اور مکہ میں لے آئے تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو خرید کر آزاد کر دیا، آپ رضی اللہ عنہ ”سابقون الاولون“ میں شمار ہوتے ہیں، بنی عدی کے ساتھ ہجرت کی، آپ حضرت نبی کریم ﷺ کی مجلس کے ان غرباء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعلق رکھتے تھے، جن کے بارے میں قرآن پاک کی آیات نازل ہوئیں، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کی غربت پر رشک کرتے، نبی کریم ﷺ کی نگاہ خاص کا مرکز تھے، حضرت مجع رضی اللہ عنہ معرکہ بدر میں ایک کافر عمرو بن حضرمی کے تیر سے زخمی ہوئے، جب رسول اللہ ﷺ کو آپ کی شہادت کی اطلاع ہوئی تو بے اختیار فرمایا، آج مجع سید الشہداء ہیں۔

### حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ

آپ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ ان بارہ مدنی بزرگوں میں شامل تھے جو بیعت عقبہ میں شریک ہوئے اور جن کی جرأت ایمانی نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حوصلہ بخشنا تھا، آپ عمرو بن ود یا طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے،

### حضرت بشر انصاری رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے والد کا اسم گرامی عبدالمنذر تھا اپنے بھائی ابولبابہ کے ساتھ شریک بدر ہوئے، ابو ثور کے ہاتھوں جام شہادت نوش کیا۔

### حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ

عمیر بن الحمام انصاری رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، مدینہ منورہ میں نبی کریم ﷺ نے آپ کا رشتہ مواخات حضرت عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے قائم کیا تھا، یہ دونوں بھائی میدان بدر میں شہید ہوئے، میدان بدر میں جب جنگ زوروں پر تھی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج کافروں سے لڑتے لڑتے جو بھی شہید ہوگا اللہ کی جنت اس کا استقبال کرے گی، حضرت عمیر رضی اللہ عنہ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے، واہ واہ (نخ نخ) کہتے ہوئے اٹھے کھجوریں زمین پر پھینک دیں اور فرمایا، آج میرے اور جنت کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی، آگے بڑھے اور تلوار لہراتے ہوئے کفار پر ٹوٹ پڑے اور خالد بن ا لعلم کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

### حضرت یزید بن حارث رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ نجار سے تعلق رکھتے تھے اور رشتہ مواخات میں ذوالشمالین رضی اللہ عنہ سے وابستہ تھے دونوں ہی میدان بدر میں شہادت کے اعزاز سے سرفراز ہوئے، آپ کو طعیمہ بن عدی یا نوفل بن معاویہ نے شہید کیا۔

### حضرت رافع رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام معلیٰ تھا، قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، معرکہ بدر میں عکرمہ بن ابی جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے

### حضرت حارث یا حارثہ رضی اللہ عنہ

حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، والدہ کا نام بیع النضر

تھا، یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں، حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ باقاعدہ جنگ کرنے کے لئے میدان بدر نہیں گئے تھے؛ بلکہ ایک مبصر کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے، لیکن حبان عرقہ کے ہاتھوں شہید ہوئے، علامہ ابن حجر عسقلانی اور طبرانی نے آپ کو شہداء بدر میں شمار کیا ہے مگر واقدی لکھتے ہیں کہ حضرت حارثہ میدان بدر میں حوض کے کنارے پانی پی رہے تھے کہ اچانک ایک تیر آپ کے حلق میں لگا جو آپ کی شہادت کا سبب بنا، ان کی شہادت کی خبر ان کی والدہ کو مدینہ منورہ پہنچی تو آپ نے قسم کھائی کہ، جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و عافیت مدینہ منورہ نہیں آجاتے اور مجھے اپنی زبان مبارک سے میرے بیٹے کی خبر نہیں سناتے، میں اس کے لئے نہ روؤں گی نہ ہی گریہ کروں گی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس شریف لائے تو حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی والدہ خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ، حارثہ کی شہادت سے مجھے جو صدمہ ہوا ہے وہ آپ جانتے ہیں، مگر میں نے فیصلہ کیا تھا جب تک یہ خبر آپ سے نہ سن لوں کسی قسم کا گریہ و زاری نہیں کروں گی، اگر وہ جنت کا حقدار ہے تو مجھے گریہ و زاری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، بصورت دیگر اتنا روؤں گی کہ زمین و آسمان تھرا اٹھیں گے، غمزدہ ماں کی بات جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی تو فرمایا تم کیوں غمزدہ ہوتی ہو وہ تو جنت الفردوس میں شاداں و فرجاں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بشارت پا کر بیع النضر رضی اللہ عنہ صبر کے ساتھ اٹھیں اور کہنے لگیں، اب میں اپنے بیٹے کے لئے نہیں روؤں گی۔

### حضرت عوف رضی اللہ عنہ

والد کا اسم گرامی حارث والدہ کا عفر تھا، آپ اپنے مشہور چھوٹے بھائیوں معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان بدر میں پہنچے اس کے بعد آپ دوڑے دوڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ وہ کونسا کام ہے جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس بندے سے راضی



وخوش ہوتا ہے جو زرہ کی پرواہ کئے بغیر لڑائی میں شریک ہو جاتا ہے، یہ سنتے ہی حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے زرہ اتاری اور میدان کارزار میں کود پڑے اور اپنی شجاعت کے ایسے جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے حیران رہ گئے، آپ رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

### حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ

انصار کے یہ دو کم سن مگر معروف بھائی معاذ رضی اللہ عنہ اور معوذ رضی اللہ عنہ حضرت حارث کے نامور فرزند تھے اور قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے، بیعت عقبہ میں شریک تھے، یہی وہ نوجوان تھے جو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے اشارے پر ابو جہل پر ٹوٹ پڑے اور اسے زخمی کر کے گھوڑے سے نیچے گرا دیا، ان کی تلوار کے زخم کے بعد ابو جہل دوبارہ نہ اٹھ سکا اور دیر تک موت و حیات کی کشمکش میں تڑپتا رہا؛ حتیٰ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان کا سر کاٹ دیا، عکرمہ نے ان شاہیں صفت نوجوانوں کو اپنے باپ پر جھپٹتے دیکھا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے بازو پروا کیا جس سے آپ کا بازو کٹ گیا، مگر لٹکتا ہوا بازو چونکہ لڑائی میں رکاوٹ تھا اس لئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ خود اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبایا اور بازو کو علیحدہ پھینک کر شریک جہاد رہے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اسی ایک بازو کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ معاذ رضی اللہ عنہ کا دوسرا بازو میں ہوں کیونکہ یہ بازو میرے آقا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کٹا تھا اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ کو ابو مسافع نے شہید کر دیا۔

### اہل بدر کے فضائل

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے قصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

لَعَلَّ اللّٰهَ اطلع الی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد وجبت لكم الجنة۔  
 ”تحقیق اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف نظر فرمائی اور یہ کہہ دیا جو چاہے کرو جنت تمہارے

لئے واجب ہو چکی۔“

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ آپ ﷺ اہل بدر کو کیا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے افضل اور بہتر، جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، اسی طرح وہ فرشتے جو بدر میں حاضر ہوئے تھے سب فرشتوں سے افضل اور بہتر ہیں۔

اصحاب بدر کے فضائل میں سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کی زبان مبارک کے ذریعہ جنت کی بشارت دی ”وجبت لكم الجنة“ اے اصحاب بدر تمہارے لئے جنت واجب ہو گئی، نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لن يدخل النار احد شهد بدرًا (جو شخص بدر میں حاضر ہو اوہ جہنم میں نہ جائے گا، یہ بھی ان کے فضائل میں ہے کہ جنگ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو نازل کیا اور ان فرشتوں نے اصحاب بدر کے ساتھ مل کر دشمنان اسلام سے جنگ کی۔

### خواص و برکات

ان فضائل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسماء میں عجیب و غریب برکت اور غیر معمولی خواص رکھے ہیں، جن کا بزرگوں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے، اور عجیب تاثیر پائی ہے، حضرت برہان الدین حلبي مشائخ حدیث کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اہل بدر کے اسماء ذکر کر کے جو دعائیں مانگی جاتی ہیں مقبول ہوتی ہے، بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے، اور جن مریضوں نے اہل بدر کے وسیلہ سے اپنے لئے شفا کی دعائیں مانگی ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا عطا فرمائی، حضرت جعفر بن عبد اللہ بن جعفر سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ علیہم الرضوان سے محبت رکھوں اور یہ کہ اپنی تمام مہمات میں اہل بدر کے وسیلہ سے دعائیں مانگوں، نیز انہوں نے فرمایا تھا کہ بیٹے اہل بدر کے اسماء

مبارکہ کے واسطے سے جو دعائیں مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے، انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جب کوئی بندہ اہل بدر کے اسماء کا ذکر کرتا ہے، ان کے ذکر کے ساتھ دعائیں مانگتا ہے تو اس وقت مغفرت، رحمت، برکت، رضا اور رضوان اس بندہ کو گھیر لیتی ہے۔

صاحب مشکوٰۃ نے اہل بدر کے اسمائے مبارکہ ”الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب“ کے حوالے سے جو نقل کیا ہے، اسی کے مطابق ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

اسمائے گرامی حضرات بدریین مہاجرین رضی اللہ عنہم اجمعین  
سید المہاجرین، امام البدریین، اشرف الخلائق، خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

- ۱۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- ۲۔ ابو حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ
- ۳۔ ابو عبد اللہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- ۴۔ ابو الحسن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
- ۵۔ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ
- ۶۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- ۷۔ انسہ حبشی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۸۔ ابو کبشہ فارسی مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- ۹۔ ابو مرشد کناز بن حصن رضی اللہ عنہ
- ۱۰۔ عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ
- ۱۱۔ حصین بن حارث رضی اللہ عنہ
- ۱۲۔ طفیل بن حارث رضی اللہ عنہ
- ۱۳۔ مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ
- ۱۴۔ سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ
- ۱۵۔ ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ
- ۱۶۔ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ
- ۱۷۔ صبیح مولی ابی العاص امیہ رضی اللہ عنہ
- ۱۸۔ شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ
- ۱۹۔ عکاشہ بن محسن رضی اللہ عنہ
- ۲۰۔ یزید بن رقیش رضی اللہ عنہ
- ۲۱۔ عتبہ بن وہب رضی اللہ عنہ
- ۲۲۔ سنان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ
- ۲۳۔ ابو سنان بن محسن رضی اللہ عنہ
- ۲۴۔ ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ
- ۲۵۔ محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ

- ۲۷۔ ثقف بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۔ مالک بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۔ مدح بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۔ سوید بن مخشبی رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۔ عتبہ بن غزو ان رضی اللہ عنہ  
 ۳۲۔ حضرت مولیٰ بن غزو ان رضی اللہ عنہ  
 ۳۳۔ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ  
 ۳۴۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ  
 ۳۵۔ سعد کلبی مولیٰ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ  
 ۳۶۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ  
 ۳۷۔ سوہب بن سعد رضی اللہ عنہ  
 ۳۸۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ  
 ۳۹۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ  
 ۴۰۔ عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ  
 ۴۱۔ مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۴۲۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ  
 ۴۳۔ مسعود بن ربیعہ رضی اللہ عنہ  
 ۴۴۔ ذوالشمالین بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۴۵۔ خباب بن الارت رضی اللہ عنہ  
 ۴۶۔ بلال بن رباح مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ  
 ۴۷۔ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ  
 ۴۸۔ صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ  
 ۴۹۔ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ  
 ۵۰۔ ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ  
 ۵۱۔ شماش بن عثمان رضی اللہ عنہ  
 ۵۲۔ ارقم ابی الارقم رضی اللہ عنہ  
 ۵۳۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ  
 ۵۴۔ معتب بن عوف رضی اللہ عنہ  
 ۵۵۔ زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 ۵۶۔ مجع مولیٰ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ  
 ۵۷۔ عمرو بن سراقہ رضی اللہ عنہ  
 ۵۸۔ عبد اللہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ  
 ۵۹۔ واقد بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ  
 ۶۰۔ خولیٰ بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ  
 ۶۱۔ مالک بن ابی خولیٰ رضی اللہ عنہ  
 ۶۲۔ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ  
 ۶۳۔ عامر بن بکیر رضی اللہ عنہ  
 ۶۴۔ عاقل بن بکیر رضی اللہ عنہ  
 ۶۵۔ خالد بن بکیر رضی اللہ عنہ  
 ۶۶۔ ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ  
 ۶۷۔ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ  
 ۶۸۔ عثمان بن مظعون جمحی رضی اللہ عنہ



- ۶۹۔ سائب بن عثمان رضی اللہ عنہ  
 ۷۰۔ قدامہ بن مطعون رضی اللہ عنہ  
 ۷۱۔ عبداللہ بن مطعون رضی اللہ عنہ  
 ۷۲۔ معمر بن حارث رضی اللہ عنہ  
 ۷۳۔ خنیس بن حذافہ رضی اللہ عنہ  
 ۷۴۔ ابوسبرۃ بن ابی رہم رضی اللہ عنہ  
 ۷۵۔ عبداللہ بن مخرمہ رضی اللہ عنہ  
 ۷۶۔ عبداللہ بن سہل بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۷۷۔ عمیر بن عوف مولیٰ سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۷۸۔ سعد بن خولۃ رضی اللہ عنہ  
 ۷۹۔ ابو عبیدہ عامر بن الجراح رضی اللہ عنہ  
 ۸۰۔ عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ  
 ۸۱۔ سہیل بن وہب رضی اللہ عنہ  
 ۸۲۔ صفوان بن وہب رضی اللہ عنہ  
 ۸۳۔ عمرو بن ابی سرح رضی اللہ عنہ  
 ۸۴۔ وہب بن سعد رضی اللہ عنہ  
 ۸۵۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۸۶۔ عیاض بن ابی زہیر رضی اللہ عنہ  
 ۸۷۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

اسمائے گرامی حضرات بدریین انصار رضی اللہ عنہم اجمعین

- ۸۸۔ عمرو بن معاذ رضی اللہ عنہ  
 ۸۹۔ حارث بن اوس بن معاذ رضی اللہ عنہ  
 ۹۰۔ حارث بن انس رضی اللہ عنہ  
 ۹۱۔ سعد بن زید رضی اللہ عنہ  
 ۹۲۔ سلمہ بن سلامۃ بن وقش رضی اللہ عنہ  
 ۹۳۔ عباد بن بشر بن وقش رضی اللہ عنہ  
 ۹۴۔ سلمہ بن ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ  
 ۹۵۔ رافع بن زید رضی اللہ عنہ  
 ۹۶۔ حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ  
 ۹۷۔ محمد بن مسلمۃ رضی اللہ عنہ  
 ۹۸۔ سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ  
 ۹۹۔ ابوالہیثم بن التیبان رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۰۔ عبید بن التیبان رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۱۔ عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۲۔ قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۳۔ عبید بن اوس رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۴۔ نصر بن الحارث رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۵۔ معتب بن عبید رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۶۔ عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۷۔ مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ

- ۱۰۸۔ ابو عبس بن جبیر رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۰۔ عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۲۔ عمرو بن معبد رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۴۔ مبشر بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۶۔ سعد بن عبید النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۸۔ رافع بن عجدہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۰۔ ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۲۔ حارث بن حاطب رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۴۔ عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۶۔ معن بن عدی رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۸۔ عبد اللہ بن سلمہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۰۔ ربیع بن رافع رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۲۔ عاصم بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۴۔ ابو حذیفہ بن ثابت رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۶۔ حارث بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۸۔ منذر محمد رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۰۔ سعد بن خدیجہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۲۔ مالک بن قدامہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۴۔ تمیم مولی سعد بن خدیجہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۶۔ مالک بن نمیلہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۸۔ خارجه بن زید رضی اللہ عنہ  
 ۱۰۹۔ ابو بردہ ہائی بن نیار رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۱۔ معتب بن قشیر رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۳۔ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۵۔ سعد بن عبید بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۷۔ عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۱۹۔ عبید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۱۔ ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۳۔ حاطب بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۵۔ انیس بن قنادہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۷۔ ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ  
 ۱۲۹۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۱۔ عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۳۔ ابو ضیاح بن ثابت رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۵۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۷۔ خوات بن جبیر بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۱۳۹۔ ابو عقیل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۱۔ منذر بن قدامہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۳۔ حارث بن عرفجہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۵۔ جعبر بن عتیک رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۷۔ نعمان بن عصر رضی اللہ عنہ  
 ۱۴۹۔ سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

- ۱۵۰۔ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۱۔ خلا د بن سوید رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۲۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۳۔ سماک بن سعد رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۴۔ سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۵۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۶۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۷۔ یزید بن حارث رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۸۔ خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ  
 ۱۵۹۔ عبد اللہ بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۰۔ حریث بن زید بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۱۔ سفیان بن بشر رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۲۔ تمیم بن یعار رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۳۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۴۔ زید بن المزین رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۵۔ عبد اللہ بن عرفطہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۶۔ عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۷۔ عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن ابی  
 ۱۶۸۔ اوس بن خولیٰ رضی اللہ عنہ  
 ۱۶۹۔ زید بن ودیعہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۰۔ عقبہ بن وہب رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۱۔ رفاعہ بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۲۔ عامر بن سلمہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۳۔ معبد بن عباد رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۴۔ عامر بن البکیر رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۵۔ نوفل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۶۔ عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۷۔ اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۸۔ نعمان بن مالک رضی اللہ عنہ  
 ۱۷۹۔ ثابت بن ہزال رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۰۔ مالک بن دشتم رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۱۔ ربیع بن ایاس رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۲۔ ورقہ بن ایاس رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۳۔ عمرو بن ایاس رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۴۔ مجذربن زیاد رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۵۔ عباد بن خشخاش رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۶۔ نجاب بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۷۔ عبد اللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۸۔ عقبہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۸۹۔ ابودجانہ سماک بن خرشہ رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۰۔ منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۱۔ ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

- ۱۹۲۔ مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۳۔ عبد ربہ بن حق رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۴۔ کعب بن جہاز رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۵۔ ضمیر بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۶۔ زیاد بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۷۔ بسبس بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۸۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ  
 ۱۹۹۔ قراش بن مہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۰۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۱۔ عمیر بن الحمام رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۲۔ تمیم مولیٰ خراش رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۳۔ عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۴۔ معاذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۵۔ معوذ بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۶۔ خلاد بن عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۷۔ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۸۔ حبیب بن اسود رضی اللہ عنہ  
 ۲۰۹۔ ثابت بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۰۔ عمیر بن الحارث رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۱۔ بشر بن البراء رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۲۔ طفیل بن مالک رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۳۔ طفیل بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۴۔ سنان بن صفی رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۵۔ عبداللہ بن جذ بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۶۔ عقبہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۷۔ جبار بن صخر رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۸۔ خارجہ بن حمیر رضی اللہ عنہ  
 ۲۱۹۔ عبداللہ بن حمیر رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۰۔ یزید بن المنذر رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۱۔ معقل بن المنذر رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۲۔ عبداللہ بن النعمان رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۳۔ ضحاک بن حارثہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۴۔ سعاد بن زریق رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۵۔ معبد بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۶۔ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۷۔ عبداللہ بن مناف رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۸۔ جابر بن عبداللہ بن ریاب رضی اللہ عنہ  
 ۲۲۹۔ خلید بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۳۰۔ نعمان بن سنان رضی اللہ عنہ  
 ۲۳۱۔ ابوالمنذر یزید بن عامر رضی اللہ عنہ  
 ۲۳۲۔ سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۲۳۳۔ قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ



۲۳۵۔ عیس بن عامر رضی اللہ عنہ

۲۳۴۔ عتھرہ مولیٰ سلیم بن عمرو رضی اللہ عنہ

۲۳۷۔ ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ

۲۳۶۔ ثعلبہ بن غنمہ رضی اللہ عنہ

۲۳۹۔ عمرو بن طلق رضی اللہ عنہ

۲۳۸۔ سہل بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۴۱۔ قیس بن محسن رضی اللہ عنہ

۲۴۰۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

۲۴۳۔ حمیر بن ایاس رضی اللہ عنہ

۲۴۲۔ حارث بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۴۵۔ عقبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ

۲۴۴۔ سعد بن عثمان رضی اللہ عنہ

۲۴۷۔ مسعود بن خلدہ رضی اللہ عنہ

۲۴۶۔ ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہ

۲۴۹۔ اسعد بن یزید رضی اللہ عنہ

۲۴۸۔ عباد بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۵۱۔ معاذ بن معص رضی اللہ عنہ

۲۵۰۔ فاکہ بن بشیر رضی اللہ عنہ

۲۵۳۔ مسعود بن سعد رضی اللہ عنہ

۲۵۲۔ عائد بن معص رضی اللہ عنہ

۲۵۵۔ خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ

۲۵۴۔ رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ

۲۵۷۔ زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ

۲۵۶۔ عبید بن زید رضی اللہ عنہ

۲۵۹۔ خالد بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۵۸۔ فروہ بن عمرو رضی اللہ عنہ

۲۶۱۔ عطیہ بن نویرہ رضی اللہ عنہ

۲۶۰۔ جبلہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ

۲۶۳۔ غمارة خرم رضی اللہ عنہ

۲۶۲۔ خلیقہ بن عدی رضی اللہ عنہ

۲۶۵۔ حارثہ بن النعمان رضی اللہ عنہ

۲۶۴۔ سراقہ بن کعب رضی اللہ عنہ

۲۶۷۔ سہیل بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۶۶۔ سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ

۲۶۹۔ مسعود بن اوس رضی اللہ عنہ

۲۶۸۔ عدی بن زغبار رضی اللہ عنہ

۲۷۱۔ رافع بن حارث رضی اللہ عنہ

۲۷۰۔ ابو خزیمہ بن اوس رضی اللہ عنہ

۲۷۳۔ معوذ بن حارث رضی اللہ عنہ

۲۷۲۔ عوف بن حارث رضی اللہ عنہ

۲۷۵۔ نعمان بن عمر رضی اللہ عنہ

۲۷۴۔ معاذ بن حارث رضی اللہ عنہ

- ۲۷۶۔ عامر بن محمد رضی اللہ عنہ  
 ۲۷۷۔ عبد اللہ بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۷۸۔ عصیمہ اشجعی رضی اللہ عنہ  
 ۲۷۹۔ ودیقہ بن عمر رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۰۔ ابوالحرأء مولیٰ حارث بن عفرأء رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۱۔ ثعلبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۲۔ سہیل بن عتیک رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۳۔ حارث بن صممہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۴۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۵۔ انس بن معاذ رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۶۔ اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۷۔ ابو شیخ ابی بن ثابت رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۸۔ ابو طلحہ زید بن سہل رضی اللہ عنہ  
 ۲۸۹۔ حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۰۔ عمرو بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۱۔ سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۲۔ ابوسلیط بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۳۔ ثابت بن خنساء رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۴۔ عامر بن امیہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۵۔ محرز بن عامر رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۶۔ سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۷۔ ابوزید قیس بن سکین رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۸۔ ابوالاعور بن حارث رضی اللہ عنہ  
 ۲۹۹۔ سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۰۔ حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۱۔ قیس بن ابی صعصعہ رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۲۔ عبد اللہ بن کعب رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۳۔ عصیمہ اسدی رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۴۔ ابوداؤد عمیر بن عامر رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۵۔ سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۶۔ قیس بن محمد  
 ۳۰۷۔ نعمان بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۸۔ حماک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ  
 ۳۰۹۔ سلیم بن حارث رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۰۔ جابر بن خالد رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۱۔ سعد بن سہیل رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۲۔ کعب بن زید رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۳۔ بحیرہ بن ابی بحیرہ رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۴۔ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۵۔ ملیل بن دبرہ رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۶۔ عصمہ بن الحصین رضی اللہ عنہ  
 ۳۱۷۔ بلال بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ

عہد فاروقی میں ابن مسعود کا وظیفہ چھ ہزار درہم سالانہ مقرر تھا۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا وصال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ۳۲ء یا ۳۳ء میں مدینہ میں وفات پائی۔ حارث بن سويدان کی تیمارداری کرنے آئے تو ان کو یہ فرمان رسول سنایا، اللہ اپنے بندۂ مومن کی توبہ سے اس مسافر کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے آخری وقت میں اپنی کھوئی ہوئی سواری اور زادراہ واپس مل جائے۔ (مسلم: ۷۰۵۵)

بستر مرگ پر تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لیے آئے اور پوچھا، کیا تکلیف محسوس کر رہے ہیں؟ کہا، اپنے گناہوں کا درد ہو رہا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوال کیا، کیا آرزو ہے؟ اپنے رب کی رحمت کی تمنا ہے۔ انھوں نے کہا، میں آپ کے لیے طبیب کا بندوبست کرنے کا حکم دیتا ہوں۔ جواب ملا، طبیب ہی نے مجھے بیمار کیا ہے۔ پھر انھوں نے کچھ مال و دولت عطیہ کرنے کی پیش کش کی تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، مجھے اس کی حاجت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ آپ کی بیٹیوں کے کام آئے گا۔ جواب دیا، کیا آپ میری بیٹیوں پر غربت آنے کا اندیشہ رکھتے ہیں؟ میں نے انھیں نصیحت کر رکھی ہے کہ ہر رات کو سورۂ واقعہ کی تلاوت کریں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے، ”جو ہر شب سورۂ واقعہ کی تلاوت کرے گا اس پر کبھی فاقہ نہ آئے گا۔“ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ بات اس لیے کی، کیونکہ انھوں نے دو سال سے ان کا وظیفہ بند کر رکھا تھا۔ ان کی وفات کے بعد حضرت زبیر بن عوام حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہا، عبداللہ کے وارث و وظیفے کی رقم پر زیادہ حق رکھتے ہیں۔ تب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پندرہ ہزار درہم دیے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے کئی مال داروں نے سرکاری وظیفہ لینا از خود بند کر دیا تھا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بغداد کے نواح میں واقع راذان کی جائیداد پر گزارا کرتے

رہے۔ وفات کے وقت ان کے پاس نوے ہزار مثقال سونا تھا، گھریلو سامان، غلام اور مویشی ان کے علاوہ تھے۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آخری آرام گاہ جنت البقیع میں ہے۔ عمر چھیا سٹھ برس ہوئی۔ ایک شاذ روایت کے مطابق انتقال کوفہ میں ہوا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق نماز جنازہ زبیر بن عوام نے پڑھائی اور تدفین ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں کی گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو تدفین کا علم نہ ہوسکا تو وہ زبیر پر ناراض ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بسملہ سے ابتدا کر کے وصیت لکھنا شروع کی۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنا وصی بنایا اور کہا، یہ دونوں میرے ترکہ کے بارے میں جو فیصلہ کریں گے روا ہوگا۔ میری بیٹیاں ان کی مرضی ہی سے نکاح کر سکیں گی، میری بیوہ زینب کو نہ روکا جائے۔

(مستدرک حاکم، رقم ۷۳۷۳)

غلام پانسو درہم ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ دوسو درہم کا کفن پہنایا جائے اور عثمان بن مظعون کی قبر کے پاس دفنایا جائے۔

### فقہ امت کی احتیاط

حضرت عبداللہ بن مسعود انتہائی احتیاط سے اس خوف کے ساتھ فرمان نبوی سناتے کہ کہیں غلط بات منہ سے نہ نکل جائے۔ حدیث روایت کرتے ہوئے ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور پیشانی پسینے سے تر ہو جاتی۔ (مستدرک حاکم، رقم ۷۳۷۳) کہتے، شیطان انسانی صورت دھار لیتا ہے اور لوگوں کو جھوٹی باتیں بتاتا ہے۔ پھر سننے والا کہتا ہے، میں نے ایک شخص سے سنا ہے جس کا چہرہ تو یاد ہے لیکن نام نہیں آتا۔ (مسلم: ۱۸)

حضرت عمرو بن میمون کہتے ہیں، میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس ایک



سال تک جاتا رہا، اس پورے عرصہ میں انہوں نے محض ایک بار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا۔ تب کرب کی وجہ سے ان کے ماتھے سے پسینہ بہہ رہا تھا۔ ان کے شاگرد علقمہ بتاتے ہیں، ابن مسعود رضی اللہ عنہما ہر جمعرات کی شام کھڑے ہو کر وعظ کرتے۔ میں نے انہیں صرف ایک دفعہ قال رسول اللہ کہتے سنا، دیکھا کہ جس عصا سے وہ ٹیک لگائے کھڑے تھے، لڑکھڑا رہا تھا۔ اس کے باوجود تاریخ اسلامی کے کئی اہم واقعات مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر معراج ان کے روایت کردہ ہیں۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے چار سو اڑتالیس احادیث مروی ہیں۔ ان میں ایک سو بیس صرف بخاری میں اور پینتیس صرف مسلم میں ہیں جب کہ چونسٹھ احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی بخاری و مسلم دونوں میں بیان ہوئی ہیں۔ مکررات شامل کر کے باقی کتب حدیث میں شامل مرویات کی کل تعداد آٹھ سو چالیس ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عمر رضی اللہ عنہما، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما اور حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہما سے حدیث روایت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے والوں میں شامل ہیں، ان کے بیٹے، عبدالرحمان اور ابو عبیدہ، ان کے بھتیجے عبداللہ بن عتبہ، ان کی اہلیہ زینب ثقفیہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت ابورافع، حضرت ابو شریح خزاعی، حضرت ابوسعید خدری، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت انس، حضرت ابو جحیفہ، حضرت ابو امامہ، حضرت ابو طفیل، حضرت عمران بن حصین، حضرت عمرو بن حارث، حضرت حجاج بن مالک، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت ابو ہریرہ، حضرت کلثوم بن مصطلق اور حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہم۔ تابعین میں سے حضرت علقمہ، حضرت اسود، حضرت مسروق، حضرت ربیع بن خثیم، حضرت قاضی

شرح، حضرت ابو دائل شقیق، حضرت زید بن وہب، حضرت احنف بن قیس، حضرت زر بن حبیش، حضرت ابو عمرو شیبانی، حضرت عبیدہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت عمرو بن میمون، حضرت عمرو بن شریک، حضرت مالک بن ابو عامر، حضرت مستورد بن احنف، حضرت ابو اسود دؤلی، حضرت عبدالرحمان بن ابولیلی، حضرت قیس بن ابو حازم، حضرت ابو عثمان نہدی، حضرت حارث بن سوید، حضرت عوف بن مالک، حضرت کمیل بن زیاد اور حضرت بعی بن خراش رضی اللہ عنہم۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو صادق اور مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش (نطفہ) اپنی والدہ کے بطن میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی بوند رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رکھا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیتا ہے یعنی اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، موت اور شقی ہے یا سعید یہ چار باتیں لکھ دے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے پس کوئی تم میں سے نیک عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو قسم کا لکھا اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جہنم جیسے کام کرنے شروع کر دیتا ہے اور کوئی دوزخیوں والے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایک بالشت کا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن نوشتہ تقدیر اس پر غالب آجاتا ہے اور وہ اہل جنت جیسے عمل کرنے شروع کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غار میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو سورت مرسلات نازل ہوئی تو ہم اس سورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سیکھنے لگے تو ایک سانپ اپنے بل سے نکلا ہم اسے مارنے کے لئے

دوڑے لیکن وہ ہم پر سبقت لے کر اپنے بل میں داخل ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تمہارے شر سے بچ گیا جس طرح تم اس کے شر سے بچ گئے ہو۔

اسرائیل از اعمش از ابراہیم از علقمہ از حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم بھی اسی طرح روایت کرتے ہیں، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے تروتازہ سیکھ رہے تھے۔ اسرائیل کی متابعت ابو عوانہ نے کی انہوں نے مغیرہ سے روایت کی ہے۔ حفص، ابو معاویہ، سلیمان بن قرم نے اعمش سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی ”وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے (الانعام: ۸۲) تو ہم نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی جان پر ظلم نہیں کرتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح نہیں ہے جس طرح تم کہہ رہے ہو ”وہ جو ایمان لائے اور نہ ملایا انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے“ کیا تم نے حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو یہ نصیحت نہیں سنی۔ اے میرے بیٹے! اللہ کا کسی کو شریک نہ کرنا بیشک شرک بڑا ظلم ہے

(لقمان: ۱۳)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی آدمی کو ایک آیت پڑھتے سنا اور وہ آیت میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سنی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف پڑھی تھی میں اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ عرض کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کے صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناپسندیدگی کے آثار ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں صحیح ہو لیکن آپس میں اختلاف نہ کرنا کیونکہ تم سے پہلے اختلاف کے باعث ہلاک ہو گئے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ ادا

کرنے کے لئے (مکہ) گئے تو وہ (مکہ میں) امیہ بن حلف ابو صفوان کے ہاں ٹھہرے اور امیہ جب شام کی طرف جاتا تو وہ مدینہ سے گزرتا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرتا تھا۔ تو امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا انتظار کریں یہاں تک کہ دوپہر ہو جائے اور لوگ غافل ہو جائیں اس وقت طواف کعبہ کر لیں سو جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کر رہے تھے تو ابو جہل آگیا تو اس نے کہا کہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں سعد ہوں۔ ابو جہل نے کہا کہ تم اطمینان سے کعبہ کا طواف کر رہے ہو درآں حالانکہ تم نے محمد ﷺ اور اصحاب ﷺ کو پناہ دی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (ہم نے پناہ دی ہے) پس وہ دونوں با آواز بلند بحث کرنے لگے، تو امیہ نے کہا حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہ ابو الحکم (ابو جہل) کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کریں کیونکہ یہ اہل وادی کا سردار ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ اگر تم نے مجھے کعبہ اللہ کا طواف کرنے سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی سفر ختم کر دوں گا۔ پس امیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہتا رہا کہ اپنی آواز بلند نہ کریں اور وہ آپ رضی اللہ عنہ کو روکتا رہا پس حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے امیہ سے کہا کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے سنا کہ وہ خیال فرماتے ہیں کہ وہ تجھے (امیہ) کو قتل کر دیں گے۔ امیہ نے کیا مجھے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (تمہیں) امیہ نے کہا اللہ کی قسم محمد ﷺ جب بھی بات کرتے ہیں تو آپ ﷺ جھوٹ نہیں بولتے پس وہ امیہ اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ کیا تو جانتی ہے جو میرے یثربی بھائی نے مجھ سے کہا ہے؟ تو امیہ کی بیوی نے کہا کہ اس نے کیا کہا امیہ نے کہا کہ ان کا خیال ہے کہ انہوں نے محمد ﷺ سے سنا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے (امیہ) کو قتل کر دیں گے تو امیہ کی بیوی نے کہا اللہ کی قسم محمد ﷺ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ جب یہ لوگ وادی بدر کی طرف نکلے اور کسی پکارنے والے نے پکارا تو امیہ کی بیوی نے امیہ کو کہا کیا تم کو وہ یاد ہے جو



تمہارے بیٹری بھائی نے تم سے کہا تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس (امیہ) نے ارادہ کیا کہ وہ نہ نکلے پس امیہ سے ابو جہل نے کہا بے شک تو اس وادی کے سرداروں سے ہے تو ایک یا دو دن کے لئے ہمارے ساتھ چل پس وہ چلا دو دن ان کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المننتی پر لے جایا گیا اور سدرہ چھٹے آسمان پر ہے، زمین سے اوپر جانے والی چیزیں سدرہ پر جا کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں اس تک آ کر رک جاتی ہیں پھر انہیں وصول کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس چیز نے ڈھانپ لیا یعنی سونے کے پروانوں نے حضرت عبد اللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں دی گئیں۔ پانچ نمازیں، سورت بقرہ کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے تمام گناہوں کی معافی۔ (مسلم، سنن نسائی: ۴۵۴)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے تھے، انہوں نے کہا کہ وہ امیہ بن خلف کے (جاہلیت کے زمانے سے) دوست تھے اور جب بھی امیہ مدینہ سے گزرتا تو ان کے یہاں قیام کرتا تھا۔ اسی طرح حضرت سعد رضی اللہ عنہ جب مکہ سے گزرتے تو امیہ کے یہاں قیام کرتے۔ جب مکہ مکرمہ میں امیہ کے پاس ٹھہرے تو انہوں نے امیہ سے فرمایا مجھے تنہائی کا ایسا وقت بتاؤ کہ بیت اللہ کا طواف کر سکوں تو یہ اس کے ساتھ دوپہر کے وقت نکلے تو ان دونوں کو ابو جہل مل گیا اور کہنے لگا اے ابو صفوان (امیہ) یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ امیہ نے جواب دیا کہ یہ

سعد ہیں تو ابو جہل نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بڑے اطمینان سے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہے ہو حالانکہ تم لوگوں نے دین سے پھرنے والوں کو پناہ دے رکھی ہے جب کہ تمہارا خیال ہے کہ تم ان کی مدد اور اعانت کر رہے ہو خدا کی قسم اگر تمہارے ساتھ ابو صفوان (امیہ) نہ ہوتا تو تم اپنے اہل و عیال کی جانب صحیح و سالم لوٹ کر نہ جاسکتے حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے جواب دیا اللہ کی قسم اگر تو مجھے طواف کرنے سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھ پر اس سے بھی گراں گزرے گی یعنی مدینہ کے راستے شام کی طرف تجارت امیہ نے ان سے کہا اے سعد! ابو الحکم کے سامنے آواز بلند نہ کر دینے والی کے سردار ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیہ! زیادہ حمایت نہ کرو اللہ کی قسم میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ تمہیں قتل کریں گے پوچھا کیا مکہ میں؟ جواب دیا میں اور کچھ نہیں جانتا امیہ اس خبر سے بڑا خوفزدہ ہوا اور اپنی بیوی سے جا کر کہنے لگا اے ام صفوان! تمہیں معلوم ہے کہ سعد نے میرے متعلق کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا بتاؤ تو سہی انہوں نے تمہارے متعلق کیا کہا؟ اس نے بتایا کہ وہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ نے مسلمانوں کو خبر دی ہے کہ وہ مجھے قتل کریں گے میں نے ان سے پوچھا کیا مکہ مکرمہ میں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اور کچھ معلوم نہیں اس پر امیہ کہنے لگا خدا کی قسم میں کبھی مکہ سے باہر نہیں نکلوں گا جب جنگ بدر کا موقع آیا تو ابو جہل نے لوگوں سے کہا لڑائی کے لئے نکلو اور اپنے قافلے کو بچاؤ لیکن امیہ نے نکلنا پسند نہ کیا پس ابو جہل اس کے پاس آ کر کہنے لگا اے ابو صفوان! جب تک لوگ تمہیں پیچھے رکھا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رکے رہیں گے کیونکہ تم وادی کے سردار ہو ابو جہل برابر اصرار کرتا رہا تو اس نے کہا جب تم نے مجھے مجبور کر دیا تو خدا کی قسم میں ایسا تیز رفتار اونٹ خریدوں گا (بھاگنے میں) جس کا کوئی جواب نہ ہو پھر امیہ نے کہا اے ام صفوان! میرے لئے سامان سفر تیار کرو وہ کہنے لگی اے ابو صفوان! معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنی بیٹی (مدنی) بھائی کی

بات یاد نہیں ہے اس نے جواب دیا میں وہ بات بھولا نہیں بلکہ صرف تھوڑی دور تک ان کا ساتھ دینے جا رہا ہوں جب امیہ نکل گیا تو ہر منزل پر اونٹ پیچھے باندھتا اور برابر اسی طرح کرتا رہا یہاں تک کہ میدان میں بدر میں جا پہنچا جہاں اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کروا دیا۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت مقدار بن اسود کا ایک ایسا فعل دیکھا کہ اگر وہ مجھے حاصل ہو تو میں اسے دنیا کی ہر نعمت سے عزیز تر سمجھتا ہوں یہ ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ آپ کافروں سے لڑنے کے لئے مسلمانوں کو بلارہے تھے تو انہوں نے عرض کی: ہم ہرگز وہ بات نہیں کہیں گے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی کہ تم اور تمہارا رب دونوں جا کر لڑو بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں آگے پیچھے پروانہ وار لڑیں گے پس میں نے دیکھا کہ ان کی بات سن کر نبی کریم ﷺ کا چہرہ دمک اٹھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھائی تو ابراہیم نے کہا نہیں معلوم حضور ﷺ نے ظہر کی نماز کی چار رکعتیں پڑھیں یا پانچ جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے۔ فرمایا کیا ہوا صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی آپ ﷺ نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں یہ سن کر حضور ﷺ نے اپنے پاؤں پھیرے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دو سجدہ ہو کیے اور سلام

پھیر کر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آتا تو تمہیں خبردار کرتا لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک آدمی ہوں بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو جب میں بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔ اور جب کوئی تم میں اپنی نماز میں شک کرے تو ٹھیک بات سوچ لے پھر اسی کے مطابق اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیر لے اور دو سجدہ سہو کرے۔

(بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا جس آدمی نے جھوٹی قسم کھائی تاکہ اس قسم کے ذریعے کسی کا مال ہضم کرے تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا، پس اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی ”بے شک جو لوگ خریدتے ہیں اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑی قیمت یہ وہ (بد نصیب) ہیں کہ کچھ حصہ نہیں ان کے لئے آخرت میں“ راوی نے بتایا کہ پس حضرت اشعث بن قیس آئے اور پوچھا تمہیں ابو عبید نے کیا حدیث بیان کی، ہم نے کہا کہ اس طرح اور اس طرح تو انہوں نے کہا کہ یہ آیت میرے بارے نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی کی زمین میں میرا ایک کنواں تھا (ہم دونوں کا اس کے متعلق جھگڑا ہو گیا) تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہ پیش کرو ورنہ اس کی قسم پر فیصلہ ہوگا میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ وہ تو قسم اٹھا لے گا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس شخص نے حلف اٹھا کر از خود قسم اٹھائی تاکہ وہ اس کے ذریعے کسی مسلمان مرد کے مال پر قبضہ کرے اور وہ اس قسم میں جھوٹا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تم ان دونوں کی پیروی جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے، وہ ابو بکر اور عمر ہیں، عمار بن یاسر کی سیرت اور ان کی



راہ روش اختیار کر کے سیدھی سچی راہ پر چلو اور ام عبد کے بیٹے (عبداللہ ابن مسعود) کے عہد کو مضبوط پکڑو اور ایک دوسری روایت میں، جو حضرت حذیفہ سے مروی ہے "ام عبداللہ کے بیٹے کے عہد کو پکڑو" کے بجائے یہ الفاظ ہیں کہ: ابن مسعود تم سے جو حدیث بیان کریں (اور دین کے احکام و مسائل سے متعلق جو بات بتائیں) اس میں ان کو راست گو جانو۔"

(ترمذی)

اور میرے بعد خلیفہ ہوں گے" یہ ترجمہ حضرت شیخ عبدالحق کے ترجمہ کے مطابق ہے۔ جب کہ ملا علی قاری کے مطابق ترجمہ یوں ہونا چاہئے کہ: تم میری وفات کے بعد یا میری پیروی کے بعد ان دونوں کی پیروی کرو جو میرے صحابہ میں سے ہیں اور وہ ابو بکر و عمر ہیں پس نحوی اعتبار سے ابو بکر و عمر بدل یا بیان ہم الذین کا۔

"سیدھی سچی راہ پر چلو" واضح ہو کر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے تعلق سے تو "اقتدا" کا لفظ لایا گیا ہے جب کہ حضرت عمار بن یاسر کے تعلق سے "اہتدا" کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے اقتداء میں اہتداء سے زیادہ عمومیت ہے بایں جہت کہ "اقتداء" میں قول اور فعل، دونوں کا لحاظ ہوتا ہے جب کہ "اہتدا" کا تعلق صرف فعل سے ہوتا ہے گو یا اقتداء تو مطلق پیروی کرنے کو کہتے ہیں خواہ فعل میں ہو یا قول میں اور اہتداء فقط فعل کی پیروی کو کہتے ہیں۔

حدیث کے ان الفاظ میں نہ صرف یہ کہ حضرت عمار بن یاسر کی فضیلت و کمال کو ذکر ہے کہ ان کا کوئی بھی فعل و عمل جادہ حق سے ہٹا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اس سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کا برحق اور بنی برصداقت ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کے درمیان جو معرکہ آرائی پیش آئی تھی اس میں حضرت عمار سیدنا حضرت علی کے ساتھ تھے۔

"ام عبد کے بیٹے کے عہد" میں "عہد" سے مراد قول اور وصیت ہے، یعنی عبداللہ ابن

مسعود بنی شیبہ دینی احکام و مسائل میں جو بات کہیں اور جو تلقین و وصیت کریں اس کو پلے باندھ لو اور اس پر پوری طرح عمل کرو، چنانچہ یہی وہ حکم رسول ہے جس کو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی فقہ کی ایک مضبوط بنیاد بتایا ہے۔ استنباط مسائل میں حضرت امام اعظم، خلفاء اربعہ کے بعد تمام صحابہ میں سے سب سے زیادہ جس صحابی کی روایت اور قول کو اختیار کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن مسعود بنی شیبہ ہی ہیں جس کے کمال فقاعت اور اخلاص وصیت میں کسی کو شبہ نہیں تو ریشتی نے بھی عہد کے تقریباً یہی معنی بیان کئے ہیں لیکن انہوں نے اپنے نزدیک اس بات کو اولیٰ قرار دیا ہے کہ ”ام عبد کے عہد“ سے مراد ”خلافت“ کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن مسعود بنی شیبہ کی رائے اور ان کا فیصلہ ہے گویا اس ارشاد رسالت کے ذریعہ امت کو ہدایت کی گئی کہ وصال نبوی کے بعد خلافت کے بارے میں عبداللہ ابن مسعود اپنی جس رائے اور جس فیصلہ کا اظہار کریں اسی سے تم سب لوگ رہنمائی حاصل کرو، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر کی خلافت کی حقانیت و صحت کی گواہی سب سے پہلے حضرت عبداللہ ابن مسعود بنی شیبہ ہی نے دی اور تمام اکابر صحابہ کی رائے اور مشورہ خلافت صدیق کے قیام میں شامل رہا، ان کی گواہی سب سے بڑی دلیل یہ تھی کہ استحقاق خلافت میں ہم اس ہستی کو پیچھے کیسے رکھ سکتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے مرض و وفات میں ہماری نماز کی امامت کے لئے) آگے کیا تھا یہ ممکن ہی نہیں کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (امامت نماز کی صورت میں) ہمارے دینی پیشوائی کے لئے منتخب کیا تھا اس کو ہم (بصورت خلافت) اپنی دنیاوی قیادت کے لئے منتخب نہ کریں۔ اسی طرح کا مضمون سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے بھی منقول ہے، بہر حال حدیث کے اول اقتدوا بالذین من بعد ای ابو بکر و عمر اور آخری جز تمسکوا بعہد ابن ام عبد کے درمیان جو مناسبت ہے اس کو تو ریشتی کے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن دوسری روایت میں حضرت حذیفہ نے جو الفاظ نقل کئے ہیں ان سے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ ”عہد“

سے مراد ”قول اور وصیت“ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آٹھ سو اڑتالیس احادیث منقول ہیں۔ بخاری و مسلم نے چونسٹھ احادیث بالاتفاق روایت کیں ہیں۔ بخاری اکیس احادیث کے روایت کرنے میں منفرد ہیں اور مسلم نے پینتیس احادیث روایت کیں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن صفات سے متصف تھے مثلاً قدامت اسلام اور طویل صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضہ یہ تھا کہ وہ مذکورہ صدر احادیث سے زیادہ احادیث روایت کرتے۔ انہوں نے تمام عصر نبوت کو بچشم خود دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے بھوپورا استفادہ کیا۔ وہ حدیثیں یاد کرنے کے حریص بھی تھے اس کے ساتھ ساتھ ان کا حافظہ بھی بہت قوی تھا۔ دنیوی ساز و سامان سے انہیں چنداں دلچسپی نہ تھی۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وہ بہت کم عرصہ تک زندہ رہے اور جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حدیثوں کی اشاعت کے لئے طویل مدت ملی تھی ان کو نہ مل سکی۔

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا انداز خطاب

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اچھے خطیب تھے۔ ان کے خطبات عمدہ ادب کا نمونہ ہوتے، امثال کا خوب استعمال کرتے۔ خطبا کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، لوگوں سے اس طرح مخاطب ہو کہ وہ تم پر نظریں گاڑ دیں اور کان تمہاری طرف لگا دیں۔ حاضرین کی طرف سے عدم توجہی محسوس کرو تو بات ختم کر دو۔ ان کا ایک خطبہ نقل کیا جاتا ہے۔ ”سب سے سچا کلام اللہ کی کتاب، قرآن مجید ہے۔ بہترین زادراہ اور قابل اعتماد ترین شے تقویٰ ہے۔ بہترین ملت، ملت ابراہیمی ہے۔ بہترین طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ بہترین ہدایت انبیا کی بھائی ہوئی ہدایت ہے۔ بہترین گفتگو اللہ کا ذکر ہے۔ سب سے اعلیٰ بیان قرآن مجید ہے۔ بدترین کام ہیں جو کتاب و سنت کے بعد گھڑے جائیں۔ بہترین کام ہیں جو پختہ اور معتدل ہوں۔ جو کلام مختصر ہو اور وضاحت کا محتاج نہ ہو اس گفتگو سے کہیں

بہتر ہے جو لمبی ہو اور ذہن کو منتشر کر دے۔ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے کج روی سے بچ جاؤ تو یہ اس حکمرانی سے بہت بہتر ہے جس میں عدل و انصاف کرنا تمہارے بس سے باہر ہو۔ بہترین دولت دل کی بے نیازی ہے۔ دل میں جاگزیں ہونے کے لیے یقین ہی بہترین اثاثہ ہے۔ شراب گناہوں کا گٹھا ہے۔ عورتیں شیطان کے دام (پھندے) کا کام دیتی ہیں۔ جوانی ایک طرح کا جنون ہے۔ تھوڑے (نیک کام) پر اکتفا کر لینا عاجزی اور (نیکی سے) محرومی کی کلید بن جاتا ہے۔ ایسے لوگ (منافقین) بھی ہیں جو آخری وقت میں آ کر نماز (باجماعت یا نماز جمعہ) میں شامل ہوتے ہیں اور اللہ کو تھوڑا ہی (مثلاً قسمیں کھانے کے لیے) یاد کرتے ہیں۔ بدترین جرم جھوٹ کی عادی زبان رکھنا ہے۔ بین عمل جاہلیت ہے۔ مومن کو گالی دینا فسق و کج رائی، اس سے جنگ کرنا کفر اور غیبت کر کے اس کا گوشت کھانا معصیت ہے۔ جو لوگ اللہ کے بارے میں جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ یوں یا اس طرح کرے گا یا فلاں کو دوزخ میں ڈالے گا، اللہ اس کا جھوٹا ہونا ثابت کر دیتا ہے۔ جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے، اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔ نیکو کاروں کے دیوان میں لکھا ہے، جو معاف کرتا ہے، اس سے چشم پوشی کی جاتی ہے۔ بد بخت ہے جو ماں کے پیٹ ہی سے بد بختی لے کر آتا ہے۔ خوش قسمت ہے جو دوسروں کے انجام سے نصیحت پکڑتا ہے۔ معاملات اپنے حتمی نتائج سے یاد رکھے جاتے ہیں۔ کسی کام کا خلاصہ یا نچوڑ اس کے انجام میں مضمر ہوتا ہے۔ بدترین ملامت ہے جو موت آنے پر کی جائے۔ بدترین ندامت ہے جو قیامت کے روز ہو۔ بدترین گمراہی ہدایت پالینے کے بعد گمراہ ہونا ہے۔ بہترین مال داری دل کی تو نگری ہے۔ بدترین کمائی سود سے حاصل ہونے والی کمائی ہے۔ بدترین خوراک یتیم کا مال ہڑپ کر لینا ہے۔ سب سے اعلیٰ موت شہادت پانا ہے۔ جو مصیبت کا ادراک کر لیتا ہے، اسے صبر حاصل ہو جاتا ہے۔ جو صعوبت کو سمجھ نہیں پاتا، کڑھتا رہتا ہے۔ جو شیطان کا کہا مانتا ہے، اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور جو اللہ کی نافرمانی کرتا ہے عذاب



کا مستحق ہو جاتا ہے۔“ جو حضرات خطبے کے اصل عربی متن سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں البیان والتبیین ملاحظہ فرمائیں۔

### کوفہ حدیث و فقہ کی تعلیم کا مرکز

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کی آمد ہوئی اس لیے یہ حدیث اور فقہ کی تعلیم کا اہم مرکز بن گیا۔ خلیفہ چہارم سیدنا علی کی خلافت کے آخری چار سال کوفہ میں گزرے، ان کے فتووں کا اس شہر میں چرچا ہوا۔ یہاں کے دوسرے بڑے فقیہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوئے۔ ان کے شاگرد حضرت علقمہ بن قیس کوفہ کے کوئی مکتب فکر کا بانی سمجھا جاتا ہے، علقمہ کے شاگرد ابراہیم نخعی فقہ ابن مسعود سے مالا مال ہوئے پھر حماد بن ابوسلیمان نے ان سے یہ علم پایا۔ اسی شہر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا، وہ اٹھارہ سال حماد کی تربیت میں رہے۔ انھیں زین العابدین رضی اللہ عنہ اور جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی تلمذ رہا۔ خود فرماتے ہیں، میں نے چار فقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر، علی، ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کی فقہ الگ الگ ان کے شاگردوں سے سیکھی۔ فقہ حنفی کس طرح وجود میں آیا، فقہائے حنفیہ کی وضع کردہ یہ تمثیل خوب وضاحت کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تخم ریزی سے یہ مکتب فقہ کاشت ہوا، علقمہ نے آب پاشی کر کے اسے سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کی فصل کاٹی، حماد نے چھان پھٹک کر صاف کیا، امام ابوحنیفہ نے چکی میں پیس کر اسے غلہ کی شکل دی، امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور آخر کار امام محمد نے اس کی روٹی پکائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کاشت کردہ فصل اسے پکی ہوئی یہی روٹی ہے جو فقہ حنفی کے پیروکار اب تک کھا رہے ہیں۔

”السنن الکبریٰ“ میں بیہقی نے اور ”تنقیح“ میں ابن عبدالبہادی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے کمزور حافظے کا ذکر کیا ہے۔ اہل حدیث علمائے اس نکتہ کو خوب اٹھایا ہے، ان کا خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سوء حفظ کی وجہ سے اپنی روایات میں رفع یدین کا ذکر کرنا بھول گئے ہیں۔ ”فقہ امت“ پر اس الزام کا غلط ہونا اس قدر واضح ہے کہ

کسی تردید کی ضرورت نہیں۔

### حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب اشیاء سے محبت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت ہو جاتی وہ اسے دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے عمل کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ شعور بیدار ہو گیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے۔ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ، علماء و محدثین کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی تبرکات و آثار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ خاص ایام پر بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کرائی جاتی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا، اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔ آئندہ صفحات میں اسی حوالے سے صحابہ و تابعین اور ائمہ کے معمولات و مشاہدات کا ذکر کیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔ امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفش بردار اور دیگر اشیاء سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔ یہاں تک کہ آپ حجرہ

مبارک میں داخل ہو جاتے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال مترجم ص ۱۷۱)

یوں تو خدمت اقدس میں عموماً صحابہ کرام حاضر رہا کرتے تھے مگر حضرت عبداللہ ابن مسعود، حضرت انس اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم خاص نعلین شریفین کے خدمت گزار تھے۔

نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

بڑے بڑے فضلاء نے نعلین شریفین کے نقش کی برکتوں کے بارے میں مستقل تالیفات کی ہیں۔ ابو جعفر احمد بن عبد اللہ الجبید جو کہ اپنے زمانہ کے بڑے نیک بزرگ گزرے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک طالب علم کو نعلین شریفین کا نقشہ دیا۔ ایک دن وہ آیا اس نے بتایا کہ میں نے کل رات اس نقش کی برکت کو خود ملاحظہ کیا۔ میری بیوی کو شدید درد ہوا۔ قریب تھا کہ وہ جان دے دیتی۔ میں نے اسی نعل شریف کا نقش اسی جگہ رکھا جہاں درد ہو رہا تھا۔ میں نے عرض کی اللہم ارنی برکتہ صاحب ہذا النعل یا اللہ مجھے اس نعل شریف والے کی برکتیں عطا فرما تو اسی وقت وہ تندرست ہو گئی۔

امام ابو اسحاق سلمی الاندلسی جو ابن الحاج کے نام سے معروف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ابو القاسم بن محمد نے فرمایا کہ اس کی برکت تجربات سے پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے جو شخص اس سے تبرک حاصل کرنے کے لئے اسے پکڑتا ہے تو باغیوں کی بغاوت اور دشمنوں کے غلبہ پانے سے اس کو امان مل جاتی ہے۔ ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر چشم بد کے اثر سے وہ محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ عورت جسے زچگی کی تکلیف ہو اگر وہ اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پکڑ لے تو اس کی یہ تکلیف دور ہو جاتی ہے اور بچہ بفضلہ تعالیٰ آسانی سے ہو جاتا ہے۔

امام ابو بکر قرطبی رضی اللہ عنہ نے اس کی تمثال کی برکات کے بارے میں پورا قصیدہ نقل کیا ہے۔ اس کے تین اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:

ففعها علی اعلیٰ المفارق انہا

حقیقتہا تاج و صورتہا نعل

باخص خیر الخلق حازت مزیة  
 علی التاج حتی باهت المفرق الرجل  
 شفاء لذی سقم رجاء لبأس  
 امان لذی خوف کذا یحسب الفضل

اس کو اپنے سر کی چوٹیوں پر رکھو۔ حقیقت میں یہ تاج سلطانی ہے۔ اگرچہ اس کی صورت جوتے کی سی ہے، یہ وہ نعل شریف ہے جسے خیر الخلق کے پاؤں کے تلوے کے ساتھ لگنے سے تاج پر بھی فضیلت حاصل ہوگئی۔ یہاں تک کہ وہ پاؤں بہروں پر فضیلت لے گئے۔ یہ بیماری کے لئے شفا کا پیغام ہے۔ مایوسی کے لئے امید کی کرن ہے۔ خوفزدہ کے لئے امان کا پیغام ہے اور اسی طرح اس نعلین شریفین کے نقش کے فضائل کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ (ضیاء النبی)

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ رحمۃ القوی مدارج النبوت میں فرماتے ہیں کہ مواہب میں اس کا تجربہ لکھا ہے کہ مقام درد پر نعلین شریفین کا نقشہ رکھنے سے درد سے نجات ملتی ہے اور پاس رکھنے سے راہ میں لوٹ مار سے محافظت ہو جاتی ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے امان میں رہتا ہے اور حاسد کے شر و فساد سے محفوظ رہتا ہے۔ مسافت طے کرنے میں آسانی رہتی ہے اس کی تعریف و مدح اور اس کے فضائل میں قصیدے لکھے گئے ہیں۔ (مدارج النبوت)

امام احمد مقرئ تلمسانی اس کے برکات و فوائد کے متعلق لکھتے ہیں۔ یہ جس لشکر میں ہو، اس کو کبھی شکست نہ ہو جس قافلے میں ہو وہ قافلہ لوٹ مار سے محفوظ رہے جس گھر میں ہو وہ گھر جلنے سے محفوظ رہے گا جس سامان میں ہو وہ چوری ہونے سے محفوظ رہے گا۔ جس کشتی میں ہو وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی جو کوئی صاحب نقش نعل سے کسی حاجت میں توسط کرے وہ حاجت پوری ہو اور ہر مشکل آسان ہو۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)



عشق کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ جس سے ہو جائے اس سے نسبت رکھنی والی ہر شے محبوب ہوتی ہے خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی۔ یہی وجہ ہے کہ سرود دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا دم بھرنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والے شہر مقدس، آپ کے رفقاء یعنی صحابہ کرام، آپ کی آل پاک اور آپ کی سنن سے محبت و وارفتگی رکھتے ہیں۔ آپ کے مبارک قدموں سے لگنے والے پاپوش یعنی نعلین مبارک ان کے سروں کا تاج ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جو سر پر رکھنے کو مل جائے نعلین پاک حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
تو پھر کہیں گے کہ تاجدار ہم بھی ہے  
مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمہ

اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ عرض گزار ہیں:

ذرے جھڑ کے تیری پزاروں کے  
تاج سر بنتے ہیں سیاروں کے

(حدائق بخشش)

جس طرح عشاق کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار عشق کا بس موقع ہی ملنا چاہئے بعینہ اسی طرح مخالفین بھی ان پر وانہ شمع رسالت پر ان کے عشق کے باعث اعتراض کرنے کا موقع ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ماہ ربیع الاول میں چونکہ مولود نبوت جوش و خروش سے منایا جاتا ہے اور مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی خاطر نعلین پاک کا نعش اپنے سروں اور دلوں پر آویزاں کرتے ہیں۔ یہ منکرین کورنج میں ڈالتا ہے ایسے ہی مواقع پر قرآن پاک کا کیا خوب ارشاد مسلمانوں سے ہے چنانچہ ارشاد خداوندی عزوجل ہے:

ان تأسسکم حسنة تسوہم

اگر تم (مسلمانوں) کو کوئی چھوٹی سی بھلائی بھی پہنچے تو انہیں (منافقین) کو بری لگتی

ہے۔ (آل عمران: ۱۲۰)

معلوم چلا کہ مسلمانوں کو خوشی ملنے پر غم کرنا منافقین کا طریقہ ہے۔ یہ تو نقش و عکس کی بات ہے ہم صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عمل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں کہ انہیں اس سے والہانہ کس قدر محبت و الفت تھی۔ آخر میں اس کی برکات و فوائد اور معاندین کے بے تکے اعتراضات کے جوابات بھی قلمبند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

امام احمد المقری التلمسانی علیہ الرحمہ اپنی تصنیف فتح المتعال فی مدح النعال میں تحریر فرماتے ہیں۔ محمد بن یحییٰ حضرت قاسم سے بیان کرتے ہیں:

جب نبی کریم ﷺ بیٹھتے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہو جاتے اور اپنے نعلین مبارک پاؤں سے اتار لیتے اور اپنی آستینوں میں چھپا لیتے اور جب آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے تو نعلین پہناتے اور آپ کے ساتھ عصا پکڑ کر چلتے۔ یہاں تک کہ آپ حجرہ مبارک میں داخل ہو جاتے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو صاحب النعلین کا لقب حاصل ہے۔ امام احمد مقری علیہ الرحمہ اسی صفحہ پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے متعلق رقم طراز ہیں کہ ایک جماعت جن میں ابن سعد بھی ہیں، نے روایت کیا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے کفش بردار اور دیگر اشیائے سنبھالنے اور اٹھانے والے تھے۔ (فتح المتعال فی مدح النعال)

ضیاء النبی میں پیر کرم شاہ الازہری جلد ۵ ص ۵۸۳ پر لکھتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل تھا کہ حضور ﷺ کے پاوش بردار تھے۔

مسند احمد ابو یعلیٰ، ابن حبان اور مستدرک میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ نے فرمایا۔ تم میں سے کون ہے جو معانی قرآن پر اس طرح جہاد کرے گا جس طرح میں نے اس کے نزول پر کیا ہے؟ کسی نے عرض کیا کہ

یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ ابو بکر ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی کیا وہ عمر ہیں؟ فرمایا نہیں، اس کے بعد فرمایا یہ کام خاصف النعل ہی کریں گے۔ (فتح التعال فی مدح النعال مترجم ص ۳)

خاصف النعل یعنی جوتے گانٹھنے والے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اقدس علیہ السلام کے نعلین شریف گانٹھا کرتے تھے، اس لئے یہ لقب ان کے حصہ میں آیا۔

### آثار شریفہ سے برکت حاصل کرنا

۱۔ بخاری شریف میں ہے کہ جب حضور ﷺ وضو فرماتے تو حضور ﷺ کے آب وضو پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے تابانہ دوڑتے۔ قریب ہے کہ آپس میں کٹ مریں۔ حضور ﷺ جب لعاب دہن ڈالتے یا کھنکھارتے صحابہ رضی اللہ عنہم اسے دونوں ہاتھوں میں لیتے اپنے بدنوں اور چہروں پر ملتے۔ ۲۔ حضور ﷺ نے ایک پیالہ پانی میں اپنے ہاتھ اور چہرہ مبارک کو دھویا، اس میں کلی کی، پھر حضرت ابو موسیٰ و بلال رضی اللہ عنہما کو فرمایا اس کو پی لو اور اپنے چہرے پر ڈال لو۔ ۳۔ صائب ابن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں بیمار تھا میری خالہ مجھے بحضور نبوی ﷺ لے کر آئیں۔ میرے مرض کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا، برکت کی دعادی۔ پھر آپ ﷺ نے وضو کیا میں نے آپ ﷺ کے وضو کا پانی پیا۔ مجھے اس سے اسی وقت شفاء ہو گئی اور میں نے حضور ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نیل الاوطار میں علامہ شوکانی نے اس مضمون کی حدیث ذکر کر کے یہ لکھا ہے کہ:

”قَدْ اسْتَدَلَّ الْجُمْهُورُ بِصَبِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِوُضُوئِهِ عَلَى جَابِرٍ وَتَقْرِيرِهِ لِلصَّحَابَةِ عَلَى التَّبَكُّكِ بِوُضُوئِهِ“

جمہور نے اس سے حضور ﷺ کے وضو کے پانی ڈالنے سے استدلال کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اسے تبرک جانتے تھے۔ (نیل الاوطار: جلد ۱، صفحہ ۳۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس حضور ﷺ کے موئے مبارک تھے جنہیں وہ عطر میں ڈالے رکھتی تھیں۔

”كَانَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ تَدُوفُهُ فِي طَيْبِهَا“

(مسند احمد، حدیث ۱۲۴۸۳، جلد ۱۹، صفحہ ۴۶۳)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیا تھا اور وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد خوشبو میں اس کو ملا دیا جائے۔

مکمل حدیث اس طرح ہے:

”أَنَّ أُمَّ سُلَيْمٍ كَانَتْ تَبْسُطُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِطْعًا، فَيَقِيلُ عِنْدَهَا عَلَى ذَلِكَ النِطْعِ قَالَ فَإِذَا نَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَتْ مِنْ عِرْقِهِ وَشَعْرِهِ، فَجَبَعَتْهُ فِي قَارُورَةٍ، ثُمَّ جَبَعَتْهُ فِي سِكِّ قَالَ فَلَمَّا حَضَرَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ الْوَفَاةَ، أَوْصَى إِلَيَّ أَنْ يُجْعَلَ فِي حَنْوِطِهِ مِنْ ذَلِكَ السِّكِّ، قَالَ فَجُعِلَ فِي حَنْوِطِهِ“ (بخاری)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن کے ٹکڑے بطور تبرک محفوظ کر رکھے تھے (مسند احمد بن حنبل)۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے چاندی کی جلجل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک رکھ چھوڑے تھے، جب کوئی بیمار ہوتا تو اس کا غسل مریض کو دیا جاتا اور وہ شفا پاتا (بخاری) یہ تمام حدیثیں نیل الاوطار میں شوکانیؒ نے بھی ذکر کی ہیں۔ جن سے آفتاب نیروز کی طرح واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ، نشان قدم، موئے مبارک اور تمام ان اشیاء کا جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو گئی ہے ادب و احترام کرنا واجب ہے اور ان کو حفاظت سے رکھنا، ان سے برکت چاہنا، انہیں متبرک سمجھنا، ان سے شفا حاصل کرنا جائز ہے اور سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہے، شفاء میں علامہ قاضیؒ نے لکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک کے اس مقام پر جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ فرما ہوتے تھے، ہاتھ لگاتے اور پھر اس کو بوسہ دیتے تھے۔

علامہ خفاجی رحمۃ اللہ علیہ نے نسیم الریاض میں اس کے تحت لکھا ہے کہ:

”هَذَا يَدُلُّ عَلَى جَوَازِ التَّبَرُّكِ بِالْأَنْبِيَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَأَثَارِهِمْ وَمَا يَتَّعَلِقُ بِهِمْ“



(کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل سے انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام کے آثار شریفہ سے اور ان اشیاء سے جن کو ان سے نسبت ہو گئی ہے برکت حاصل کرنے کا جواز نکلتا ہے) (حاشیہ الشفاء: جلد ۲، صفحہ ۱۲۷)۔

اور بڑی حیرت کی بات ہے کہ اس حدیث زیر بحث کی تشریح کرتے ہوئے مشہور غیر مقلد مولوی وحید الزمان نے لکھا کہ اس باب کی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہمیشہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لیتے رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بار سارے سر کے بال اتروائے اور سارے بال تقسیم فرمائے اور یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین نہیں کھاتی تو بال بھی آپ کے زمین نہیں کھا سکتی، لہذا اس زمانہ میں جن بالوں کے متعلق ہمیں بطور تواریخ شہرت یہ معلوم ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں ان کی تکذیب نہیں کرنی چاہئے بلکہ ہم پر ایسے بالوں کی عزت و حرمت لازم ہے، اگرچہ اس میں شبہ بھی ہو پھر بھی ان کی تکریم و تعظیم ضروری ہے کیونکہ اگر وہ بال واقع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں ہے تو اس کی تعظیم کرنے سے ہم گنہگار نہ ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری نیت کو جانتا ہے کہ ہم نے اس کا ادب اس وجہ سے کیا ہے کہ اس کے متعلق یہ کہا گیا ہے یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو اتباع سنت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پھر خواہ مخواہ اس قسم کے آثار شریفہ (یعنی نشان قدیم و موئے مبارک وغیرہ) کی تکذیب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ غلو اور تعصب سے بچائے، باوجود علم کے بعض لوگوں نے ایسے کلمات منہ سے نکالے ہیں کہ ان کی نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے۔ وہ غافل ہیں اور نہیں جانتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فضلات یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز بھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کی ہر چیز طیب و طاہر، مقدس و محترم ہے اور اس پر تمام علمائے حدیث کا اتفاق ہے اور حق بھی یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتی کی خاک بھی مومن کے لیے تو دنیا و مافیہا سے افضل و برتر ہے، اللہ تعالیٰ ادب کی توفیق

عطاء فرمائے۔

ہر دو عالم قیمت خود گفتہ

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تسہیل القاری، جلد ۱ صفحہ ۳۸۲)

### عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو جہل

مستملی کی روایت ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ”انت ابو جہل“ تو ابو جہل ہے جب کہ اکثرین کی روایت میں ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ”انت ابا جہل“ تو؟ اے ابو جہل! یعنی تو پچھاڑا ہوا ابو جہل ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے کہا کہ ابو جہل مکہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ اذیتیں دیتا تھا، ابواسحاق، حاکم کے نزدیک حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا ”پس میں نے اسے پایا اس حال میں کی اس میں زندگی کی آخری رمق باقی تھی، تو میں نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھا، اور میں نے اسے کہا اے اللہ دشمن اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل کرے، تو اس نے کہا کہ کیسے ذلیل کرے کیا کسی آدمی کو اس کی قوم کا قتل کرنا عجیب ہے، قاضی عیاض نے کہا بے شک ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا پاؤں ابو جہل کی گردن پر رکھا تا کہ اس کے خواب کی تصدیق ہو جائے، کیونکہ اس نے یہ خواب میں دیکھا تھا، پھر اس کا سر کاٹ دیا اور وہ سر لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے، تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اور کہا گیا ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ گزرے ابو جہل کے پاس سے تو کہا سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس نے تمہیں رسوا کیا اور اسلام کو عزت دی، تو ابو جہل نے کہا کیا تم مجھے گالیاں دیتے ہو اے۔۔۔۔۔ تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم میں تجھے قتل کروں گا تو انہوں نے ابو جہل کو پکڑا اور قتل کر دیا اور حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ابو جہل کو قتل کر دیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **وَاللّٰهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر کو پکڑا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس جگہ آئے اور اسے وہاں دیکھا اور اس کے پاس کھڑے ہو کر کہا، **الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهُ تَمِينَ** مرتبہ ابن اسحاق نے کہا کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو جہل کے قتل کی بشارت دینے والے نے بشارت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ اس سے اس ذات کی قسم لی جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، تو اس نے کہا واللہ میں نے اسے مقتول دیکھا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں چلے گئے۔ (عمدة القاری، ج ۱۷، ص ۱۱۳)

### ابو جہل کا قتل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی کے دن فرمایا، کون دیکھ کر آئے گا کہ ابو جہل کا کیا ہوا؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ معلوم کرنے گئے تو دیکھا کہ عفرات کے دونوں لڑکوں نے اسے قتل کر دیا تھا اور اس کا جسم ٹھنڈا پڑا ہے۔ انہوں نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا، تو ہی ابو جہل ہے؟ اس نے کہا، کیا اس سے بھی بڑا کوئی آدمی ہے جسے آج اس کی قوم نے قتل کر ڈالا ہے، یا (اس نے یوں کہا کہ) تم لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہ بدر کی لڑائی میں وہ ابو جہل کے قریب سے گزرے، ابھی اس میں تھوڑی سی جان باقی تھی، اس نے ان سے کہا، اس سے بڑا کوئی اور شخص ہے جس کو تم نے مارا ہے؟ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ رو ہو کر قریش کے کچھ افراد (سرداروں) کی ہلاکت کے لئے دعا کی یعنی شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ اور ابو جہل بن ہشام کے لئے پس اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر کہتا

ہوں کہ میں نے میدان بدر کے اندر پڑے ہوئے دیکھا کہ دھوپ سے ان کی لاشیں پھول گئی تھیں اور وہ گرم ترین دن تھا۔ (بخاری)

### امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سورت نجم کی تلاوت فرمائی پھر اس کے ساتھ سجدہ کیا اور آپ ﷺ کے ساتھ دوسرے لوگوں نے بھی سجدہ کیا سوائے ایک بوڑھے (امیہ بن خلف) کے کہ اس نے ذرا سی مٹی اٹھا کر پیشانی پر لگائی اور کہا میرے لئے یہی کافی ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے (میدان بدر) کے اندر اسے حالت کفر میں مقتول دیکھا۔

### عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا عہد صحابہ میں اجتہاد اور خدمت افتاء

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور ان کے فتووں کو مانا جاتا تھا، چنانچہ امام ابواسحاق الشیرازی الشافعی رحمہ اللہ متوفی ۳۷۶ھ تحریر فرماتے ہیں:

”أصحاب عبد الله بن مسعود رضي الله عنه كشریح و الأسود رحمه الله و عقلية كانوا اجتهدون في زمن الصحابة ولم ينكر عليهم أحد“۔ (کتاب اللع)

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگرد جیسے قاضی شریح، اسود اور علقمہ رحمہم اللہ عہد صحابہ میں اجتہاد کرتے تھے اور کسی نے ان پر نکیر نہیں کی۔“

### حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کا روایتی وثقاہتی معیار

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو فقہ و حدیث میں جو مرتبہ و مقام حاصل تھا، ان کا اندازہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے، موصوف لکھتے ہیں: ”اور لیکن اہل حدیث جیسے شعبہ رحمہ اللہ اور یحییٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ اور ارباب صحاح ستہ و سنن، حفاظ اور غیر ثقات میں تمیز کرتے تھے، چنانچہ وہ کوفہ اور بصرہ کے



ایسے ثقہ راویوں کو جن کی ثقاہت شک و شبہ سے بالاتر ہے، خوب جانتے تھے اور ان میں بہت سے ایسے راوی بھی ہیں جو بہت سے مجازی راویوں سے بھی افضل و برتر تھے۔ اور کوئی عالم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی ثقاہت کے متعلق شک و شبہ میں پڑتا ہی نہیں تھا، جیسے علقمہ رحمہ اللہ، اسود رحمہ اللہ، عبیدہ سلمانی رحمہ اللہ، حارث تمیمی رحمہ اللہ، شرح قاضی رحمہ اللہ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ، ان کے بعد انہی جیسے حفاظ روایت سب سے زیادہ معتبر اور سب سے بڑھ کر حافظ موجود تھے۔ چنانچہ علماء اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ شناسان حدیث نے جن حدیثوں کو صحیح قرار دیا ہے، ان سے استدلال اور حجت پیش کرنا درست ہے۔ ان اہل علم کا تعلق خواہ کسی شہر سے ہو، اور ابوداؤد سجستانی رحمہ اللہ نے ایسی حدیثوں کو جن کی روایت میں ہر شہر کے علماء منفرد ہیں، انہیں ایک کتاب میں جمع کیا ہے جو ”مفارید اہل الأ مصار“ کے نام سے مشہور ہے۔“ (مجموع الفتاویٰ)

### عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی کوفہ میں تعلیمی خدمات کا فیضان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی خدمات کے متعلق محمد بن سیرین رحمہ اللہ متوفی ۱۱۰ھ کے بھائی نامور عالم انس بن سیرین بھری رحمہ اللہ (۳۳-۱۲۰ھ) کا بیان قاضی حسن بن خلاد رحمہ اللہ متوفی ۳۶۰ھ نے بسند متصل ”المحدث الفاصل“ میں زینت کتاب کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”قدمت الكوفة قبل الجاجم فرأيت فيها أربعة آلاف يطلبون الحديث و أربع مائة قد تفقهوا“۔ (المحدث الفاصل، ص: ۵۶۰)

”میں دیر جاجم کے واقعہ یعنی ۸۲ھ سے پہلے کوفہ میں گیا تو میں نے دیکھا کہ یہاں چار ہزار طلبہ حدیث پڑھتے تھے اور چار سو طلبہ فقیہ بن چکے اور فقہی بصیرت حاصل کر چکے تھے۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد تابعین میں صرف کوفہ میں چار سو فقیہ موجود تھے۔

دوسرے اسلامی قلمرو کے بلاد اور دیہات کا کیا ذکر؟ ذرا نظر کو بلند کیجئے! عہد صحابہ میں کسی صحابی کے شاگردوں کو کہیں ایسے القاب سے یاد کیا گیا ہے اور کیا کسی مجتہد کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خلافت راشدہ میں ایسے شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کو پیش کیا ہے؟ یہ نتیجہ و ثمرہ اس فقہی بصیرت کا ہے جو انہیں حاصل تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کے عہد اموی میں جو شاندار نتائج و ثمرات اور ان کے دیر پا اثرات کوفہ میں نکلے، اس کی نظیر اسلامی قلمرو کے وسیع و عریض قطعہ میں کہیں اور مشکل سے ملے گی۔

### ایک ظرف جو علم سے بھرا ہوا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تبحر علمی و ملکہ اجتہاد کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین معترف تھے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ان کو دیکھتے تو چہرہ بشاش ہو جاتا اور فرماتے: ”ایک ظرف ہے جو علم سے بھرا ہوا ہے“ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چند کوفیوں نے ان کے تقویٰ، حسن خلق اور تبحر علمی کی بے حد تعریف کی انہوں نے پوچھا: ”کیا تم سچے دل سے کہتے ہو؟“ بولے ”ہاں!“ فرمایا: ”تم لوگوں نے عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی جو کچھ تعریف کی ہے میں ان کو اس سے بھی بہتر خیال کرتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

### حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا فقہی مقام

### حضرت عمر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگردوں کو اجتہاد و فقہی بصیرت میں ایسا پختہ کیا تھا کہ دور فاروقی و عثمانی اور عہد مرتضوی میں کوفہ کا قاضی حضرت شریح رحمہ اللہ (۷۷ھ) کو بنایا گیا تھا، جنہوں نے بعض مقدمات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے خلاف فتویٰ دیا تھا اور انہیں عہدہ قضا سے معزول نہیں کیا گیا، چنانچہ ابو بکر الجصاص رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حضرت عمر و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے حضرت شریح رحمہ اللہ کو کوفہ کا قاضی بنایا اور ان کے فیصلوں پر اعتراض نہیں کیا، باوجودیکہ قاضی شریح رحمہ اللہ نے بہت سے مسکوں میں ان سے اختلاف کیا۔“ (أصول الجصاص، ج: ۲، ص: ۱۵۶-۱۵۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو حاضرین مجلس سے فرمایا: ”کنیف ملی علماً“۔۔۔ ”یہ علم بھرا باڑا ہے“ دوسری مرتبہ فرمایا: ”کنیف ملی فقہاً“ ”تفقہ و فقہی بصیرت سے بھرا باڑا ہے۔“

(الطبقات الکبری، ج: ۲، ص: ۳۴۳۔)

خليفة راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کو: ”أصحاب سراج هذه القرية“ (تاریخ الثقات للعلی، طبع ۱۳۰۵ھ، ص: ۲۷۶)

یہ اس بستی (کوفہ) کے علمی چراغ ہیں“ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اس سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں کے علمی مقام کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔



## 2- حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ

سالم مولیٰ ابی حذیفہ مسجد قباء کے امام تھے، مہاجرین اولین اکثر ان کے پیچھے نمازیں

پڑھتے تھے۔

نام، نسب

سالم نام، ابو عبد اللہ کنیت، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض عبید بن ربیعہ اور بعض معقل لکھتے ہیں، یہ ایرانی الاصل ہیں، اسطران کا آبائی مسکن تھا، شبیبہ بنت یعار انصاریہ کی غلامی میں مدینہ پہنچے، انہوں نے آزاد کر دیا، تو ابو حذیفہ نے ان کو اپنا متمنی کر لیا، اس لحاظ سے ان میں انصار و مہاجر کی دونوں حیثیتیں مجتمع ہیں۔ (اسد الغابہ: ۲/۲۳۵)

وہ عموماً سالم بن حذیفہ کے نام سے مشہور تھے، ابو حذیفہ بھی ان کو اپنے لڑکے کی طرح سمجھتے تھے اور اپنی بیٹی فاطمہ بنت ولید سے بیاہ دیا تھا، لیکن جب قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی ”ادعوہم لابائہم“ یعنی لوگوں کو اپنے نسی آباء کے انتساب سے پکارا کرو تو سالم بھی ابن کے بجائے مولیٰ ابی حذیفہ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (ابوداؤد کتاب النکاح ابی بن حرم)

اسلام و ہجرت

حضرت سالم مکہ میں ابو حذیفہ کے ساتھ مسکن گزین تھے، دعوت اسلام کا غلغلہ بلند ہوا تو انہوں نے ابتدا ہی میں لبیک کہا، آنحضرت ﷺ نے ابو عبیدہ بن الجراح سے مواخات کرادی۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث: ۶۱)

ہجرت کے موقع میں ابو حذیفہ کے ہمراہ تھے، مدینہ پہنچ کر عباد بن بشر کے مہمان ہوئے اور معاذ بن معض انصاری سے مواخات ہوئی۔ (ابوداؤد کتاب النکاح باب فی من حرم)

ابو عمر نے کہا کہ ان کا نام سالم ابن معقل اور ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے اور یہ اہل



فارس سے ہیں اور ان کے شہر کا نام اصطر ہے، ایک قول کے مطابق یہ فارس کے ان علاقوں سے ہیں جہاں فارسی بولی جاتی ہے (یعنی اصطر سے نہیں) یہ فضلاء اور کبار صحابہ میں سے تھے اسی لئے ان کو مہاجرین میں شمار کیا گیا کیونکہ جب ان کی مالکہ ابو حذیفہ کی بیوی نے ان کو آزاد کیا تو ابو حذیفہ نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اسی لئے ان کو مہاجرین میں شمار کیا جاتا ہے اور ان کو انصار بنی عبید میں بھی شمار کیا جاتا ہے اس لئے کہ ان کی مالکن حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے زوجہ قبیلہ انصار سے تھیں اور یہ قریشی مہاجرین میں شمار ہوتے ہیں جیسا کہ ذکر کیا گیا، اور انصار میں بھی جیسا ہم نے ذکر کیا اور عجم میں کیونکہ یہ عجم سے تھے اور قرآن میں بھی ان کو شمار کیا جاتا ہے وہ علاقے جہاں عربی اور فارسی دونوں بولی جاتی ہے یہ قبا میں مہاجرین کے امام تھے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے اور معاذ بن معص کے مابین بھائی چارہ قائم کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

لَوْ كَانَ سَالِمٌ حَيًّا مَا جَعَلْتَهَا سُورِي

اگر سالم زندہ ہوتے تو میں انتخاب خلیفہ کے لئے کمیٹی نہ بناتا

حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سالم کو اپنا بیٹا بنا لیا تھا سو ان کو حضرت حذیفہ کی طرف منسوب کیا جانے لگا اور کہا جانے لگا سالم بن ابی حذافہ یہاں تک کہ یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ”ادعوهم لآباءهم“ (الاحزاب: ۵)

حضرت سالم ثبیتہ بنت یعار بنت زید بن عبید بن زید ابن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف انصاریہ کے غلام تھے یہ مہاجرات اولیٰ میں سے ہیں اور فضلاء صحابیات میں سے ہیں علامہ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ثبیتہ کہا جب کہ ایک قول ہے کہ ان کا نام عمرہ بنت یعار ہے اور ابن اسحاق سے مروی ہے کہ ان کا نام سلمیٰ بنت یعار ہے اور ابو عمرو نے کہا کہ سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ

میں شہید ہوئے اور حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ بھی جنگ یمامہ میں شہید ہوئے ان میں ایک کا سر دوسرے کے قدموں میں تھا اور یہ ہجرت کا بارہواں سال تھا، حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول مہشم اور ایک قول ہشیم اور ایک قول ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف قرشی عبشمی کا ہے اور یہ اولین مہاجرین میں فضلاء صحابہ میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے شرف اور فضل کو جمع فرمایا، انہوں نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی اور دو ہجرتیں کیں انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے دار ارقم میں داخلے سے قبل اسلام قبول کیا یہ غزوہ بدر، احد، خندق، حدیبیہ اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے جیسا کہ ابھی ذکر کیا گیا ہے، اس وقت ان کی عمر ۵۳ یا ۵۴ سال تھی۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۳۹)

## غزوات

غزوہ بدر، احد، خندق اور عہد نبوی ﷺ کی تمام جنگوں میں معرکہ آرا تھے، عہد صدیقی میں یمامہ کہ مہم پر بھیجے گئے، مہاجرین کا علم ان کے ہاتھ میں تھا، ایک شخص نے اس پر نکتہ چینی کی اور کہا: ہم کو تمہاری طرف سے اندیشہ ہے، اس لیے ہم کسی دوسرے کو علمبردار بنائیں گے، بولے، اگر میں بزولی دکھاؤں تو میں سب سے زیادہ بد بخت حامل قرآن ہوں، یہ کہہ کر نہایت جوش کے ساتھ حملہ آور ہوئے اور درحقیقت انہوں نے اپنے کو بہترین حامل قرآن ثابت کیا، اثنائے جنگ میں داہنا ہاتھ قلم ہوا تو بائیں ہاتھ نے قائم مقامی کی، وہ بھی شہید ہوا تو دونوں بازوؤں نے حلقہ میں لے کر لوائے تو حید کو سینہ سے چمٹا دیا، زبان پر یہ فقرہ جاری تھا "وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ" (اسد الغابہ: ۲/۲۴۵)

## شہادت

ابن سعد کی روایت ہے کہ جنگ یمامہ کے موقع پر جب مسلمانوں کے پاؤں پیچھے پڑنے لگے تو سالم نے کہا افسوس! رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تو ہمارا یہ حال نہ تھا، وہ اپنے

لیے ایک گڑھا کھود کر اس میں کھڑے ہو گئے اور علم سنبھالے ہوئے آخر لمحہ حیات تک جانبازانہ شجاعت کے جوہر دکھاتے رہے، اختتام جنگ کے بعد دیکھا گیا تو اس شہید ملت کا سراپے منہ بولے باپ ابو حذیفہ کے پاؤں پر تھا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول ج ۲: ۶۱)

روایت ہے عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں کہ جب پہلے مہاجر مدینہ میں آئے تو ان کی امامت ابو حذیفہ کے غلام سالم کرتے تھے حالانکہ ان میں عمر اور ابو سلمہ بن عبدالاسد ہوتے (بخاری) حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن چار شخصوں سے سیکھو، ابن مسعود، ابی ابن کعب، معاذ بن جبل، سالم مولیٰ ابی حذیفہ (جامع صغیر سیوطی)

صحابی رضی اللہ عنہ! جن کے علم کا اعتراف خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا

میں ان کے اوصاف حمیدہ سے واقف ہوں وہ گھر آتے ہیں تو ہنستے ہوئے باہر جاتے ہیں تو مسکراتے ہوئے کچھ مانگو تو بخل نہیں کرتے اور خاموش رہو تو مانگنے کا انتظار نہیں کرتے اگر کوئی کام کر دو شکر گزار ہوتے ہیں اور خطا ہو جائے تو معاف کر دیتے ہیں۔

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اپنی خوش الحانی و حفظ قرآن کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں نہایت عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے جس قدر مہاجرین مدینہ پہنچے تھے (حضرت) سالم مسجد قبا میں ان کی امامت کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الامۃ العبد والمولیٰ)

### حضرت سالم رضی اللہ عنہ کی خوش الحانی

حضرت سالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان بزرگوں میں تھے جو طبقہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فن قراءت کے امام سمجھے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ قرآن چار آدمیوں سے حاصل کرو یعنی ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سالم مولیٰ ابی حذیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ابی بن کعب اور معاذ بن جبل سے۔ خدائے پاک نے خوش گلو اس قدر بنایا تھا

کہ جب آیات قرآنی تلاوت فرماتے تو لوگوں پر ایک محویت طاری ہو جاتی اور راہ گیر ٹھٹھکر سننے لگتے، ایک دفعہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونے میں دیر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف کی وجہ پوچھی تو بولیں کہ ایک قاری تلاوت کر رہا تھا اس کے سننے میں دیر ہو گئی اور خوش الحانی کی اس قدر تعریف کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود چادر سنبھالے ہوئے باہر تشریف لے آئے دیکھا تو سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہارے جیسے شخص کو میری امت میں بنایا۔ (اصابہ تذکرہ سالم رضی اللہ عنہ)

وہ مسجد قباء کے امام تھے، مہاجرین اولین جن میں حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین بھی شامل تھے، اکثر ان کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے۔ غرض قرآن کریم کی برکت اور علم و فضل نے ان کو غیر معمولی عظمت و شرف کا مالک بنا دیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی بے حد تعریف فرمایا کرتے تھے، یہاں تک کہ جب دم واپسی کے وقت انہوں نے منصب خلافت کے متعلق وصیت فرمائی تو کہا ”اگر سالم موجود ہوتے تو میں اس مسئلہ کو مجلس شوریٰ میں پیش نہ ہونے دیتا۔“ یعنی وہ ان کو اپنا جانشین بناتے۔

(اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۳۶)





### 3- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

#### نام و نسب

آپ کا اسم گرامی معاذ بن جبل بن عمرو ہے اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ نسب نامہ یہ ہے: معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائد بن عدی بن کعب بن عمرو بن ادی بن علی بن اسد ابو عبد الرحمن الانصاری الخزرجی۔ (الاصابہ فی تمييز الصحابة: ج 3 ص 184، رقم الترجمة: 8040)

#### قبول اسلام

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا، اس لیے جب مدینہ منورہ میں اسلام کی دعوت شروع ہوئی تو آپ نے اسلام قبول کر لیا۔

#### فضائل و مناقب اور قوت اجتهاد

❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے آپ کے اوصاف کو اپنے اندر محفوظ کیا۔ ہر صحابی میں کوئی ایک صفت نمایاں تھی۔ مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں صفت صداقت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں صفت عدالت، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں صفت سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں صفت شجاعت نمایاں تھی۔ آپ علیہ السلام کی ایک صفت علم اور فقہ بھی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو حلال و حرام کا سب سے زیادہ جاننے والا قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے؛

اعلم بالحل والحرام معاذ بن جبل

(جامع الترمذی: ج 2 ص 219 باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

یعنی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ میری امت میں حلال و حرام کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور جس فن میں حلال و حرام کے احکامات بیان کئے جائیں اسے ”علم فقہ“ کہتے ہیں، تو گویا آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقہ کا بڑا ماہر قرار دیا۔

❖ عہد رسالت میں چند حضرات کو قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا نام بھی ہے۔

(جامع الترمذی: ج ۲ ص ۲۱۹ باب مناقب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

❖ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو چار صحابہ سے قرآن کریم پڑھنے اور سیکھنے کا حکم دیا۔ فرمان نبوی ہے:

استقروا القرآن من اربعة؛ عبدالله بن مسعود فبدا به وسالم مولی ابی حذیفة وابی بن کعب ومعاذ بن جبل (صحیح البخاری)

چار شخصوں سے تعلیمات قرآن حاصل کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، سالم مولی ابی حذیفہ، ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو سارے علم و عمل کے پہاڑ اور فضل و ولایت کے سمندر ہیں، ان سب کے پاس وضع اور حفظ مراتب کے باوجود ان چار کو قرآن کے ساتھ خاص کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ قرآنیات کے سلسلے میں یہ حضرات ممتاز مقام و مرتبہ کے حامل ہیں۔

در بار نبوی علی صاحبہا السلام سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کی تائید:

❖ حضور علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا روانگی کے وقت ان سے سوال کیا:

كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي وَلَا أَلُو فَضْرَبَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَةٌ وَقَالَ الْحَنْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يَرْضَى رَسُولَ اللَّهِ (سنن ابی داود ج ۲ ص ۱۳۹ باب اجتہاد الراى فی القضاء)

اے معاذ! یمن میں جا کر لوگوں کے درمیان فیصلے کیسے کرو گے؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر لوگوں کے فیصلے کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے پوچھا: اگر تجھے وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو پھر؟ عرض کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے اس کا حل تلاش کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اگر دونوں میں نہ ملے تو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں کسی قسم کی کوتاہی کیے بغیر اپنی رائے سے اس کو حل کروں گا۔ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک مارا اور اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے اپنے نبی کے قاصد سے وہ بات کہلوائی جس کو سن کر تیرا پیغمبر خوش ہو گیا۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی تائید و تصویب فرمائی۔

❖ آپ علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ لوگ آپ سے مسائل پوچھیں گے تو کیسے بتاؤ گے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے بھی کسی مجتہد کی ضرورت ہے، جو نئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرے۔ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط ہر کسی کا کام نہیں۔ اگر ہر شخص مسائل کو استنباط کر سکتا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے: حضور! یمن والوں کے پاس تو قرآن بھی ہے اور حدیث بھی، میرے پاس کیوں آئیں گے؟

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اکیلے یمن کی طرف گئے، یہ مجتہد تھے، باقی لوگ مسائل اجتہاد یہ میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ تو ایک جگہ پر ایک مجتہد باقی اس کے مقلد ہوں یہ ترتیب خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لگائی ہے، یہ تقلید شخصی ہے۔

❖ مجتہد کے لیے مسائل کے حل کی ترتیب یہ ہوگی:

۱: کتاب اللہ، ۲: سنت رسول اللہ، ۳: اجتہاد

❖ اس حدیث میں منکرین حدیث اور منکرین فقہ دونوں کی تردید ہے۔ منکرین حدیث کا نظریہ یہ ہے کہ تمام مسائل کے حل کے لیے قرآن کافی ہے، ذخیرہ احادیث مشتبہ ہے اس لیے قابل اعتبار نہیں۔ منکرین فقہ کا خیال خام یہ ہے کہ قرآن و حدیث زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہے، فقہ و اجتہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ قرآن و سنت کے ساتھ اجتہاد و فقہ بھی شریعت اسلامیہ کا جزو لاینفک ہے۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مسئلہ کتاب و سنت میں نہ ملے تو "أَجْتَهِدُ بِرَأْيِي" (میں اپنی رائے سے مسائل کا استنباط کروں گا)

اس معلوم ہوا کہ وہ مسائل جن کے بارے میں صراحتاً قرآن و حدیث میں رہنمائی نہ ملے ان میں رائے سے کام لینا کوئی معیوب یا معتبوب نہیں۔

❖ کسی شخص کا صاحب رائے ہونا اس کے حق میں عیب کی بات نہیں۔ صاحب رائے وہ ہوتا ہے جو قرآن و حدیث اور اجتہاد میں ید طولی رکھتا ہو۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ صاحب رائے تھے اور ان کی عظمت کے لیے یہی ایک فضیلت ہی کافی ہے۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا تو آپ علیہ السلام نے خوش ہو کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا۔

اس حدیث کے ساتھ ایک دوسری حدیث ملائین تو مجتہد کی عظمت واضح ہو جائے گی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: حضور! میں آپ سے حدیثیں سنتا ہوں، بہت ساری بھول جاتا ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اچھا! چادر بچھاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے چادر بچھائی، حضور نے اس پر ہاتھ لگائے اور فرمایا: ابوہریرہ! اس کو سینے سے لگاؤ۔ حضرت



ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر اپنے سینے سے لگائی۔ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے پیغمبر کی زبان سے نکلنے والا ایک لفظ بھی نہیں بھولا۔ لیکن جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ علیہ السلام نے بغیر کسی واسطہ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اس سے محدث و مجتہد کی عظمت کا فرق واضح ہوا۔ محدث کی باری آئی تو ان کے سینہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کے درمیان چادر کا واسطہ موجود ہے اور جب فقیہ کی باری آئی تو پیغمبر کے ہاتھوں اور فقیہ کے سینہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں۔

❖ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشی کا اظہار فرمایا۔ معلوم ہوا کہ مجتہد کے اجتہاد پر خوش ہونا پیغمبر علیہ السلام کا طریقہ ہے اور ناراض ہونا۔ الحاصل یہ حدیث مبارکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے مجتہد ہونے کی واضح دلیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل اجتہاد یہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اجتہاد کا حکم ہے اور یمن والوں کو ان کی تقلید کا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فقیہ ہونے کی سند دی۔ چنانچہ ایک خطبہ میں لوگوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

من اراد ان یسال عن الفقه فلیات معاذ بن جبل۔

(المعجم الاوسط للطبرانی: ج: ۸۳، ۷۳ ذکرہ الحفظ للذہبی: ج ۱ ص ۲۰)

کہ جس شخص کو کوئی فقہی مسئلہ درپیش ہو تو وہ معاذ بن جبل سے پوچھ لیا کرے۔ حضرت اسود بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَأَمِيرًا فَسَأَلْنَا عَنْ رَجُلٍ تُوِّبِي وَتَرَكَ ابْنَتَهُ وَأُخْتَهُ فَأَعْطَى ابْنَتَهُ النِّصْفَ وَالْأُخْتِ النِّصْفَ۔ (صحیح البخاری)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں معلم یا امیر بن کر آئے۔ ہم نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص فوت ہو گیا اور اس نے ورثاء میں ایک بیٹی اور ایک بہن چھوڑی

ہے۔ اب وراثت کیسے تقسیم ہوگی؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کی وراثت کا نصف حصہ اس کی بیٹی کو دیا اور نصف اس کی بہن کو۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہ مجتہد ہیں جن کو اجتہاد کی سند خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی تائید فرمائی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کتنے عظیم المرتبت مجتہد و فقیہ تھے۔ اسی وجہ سے امام ذہبی رحمہ اللہ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں فرماتے ہیں

کان من نجباء الصحابة وفقهائهم (تذکرۃ الحفاظ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فقہاء اور اونچے درجہ کے صحابہ کرام میں سے تھے۔

### حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا وصال

۱۸ھ میں ۳۶ سال کی انتہائی کم عمر میں فقہ و اجتہاد کا یہ نامور سپوت دنیا فانی چھوڑ کر دنیا باقی کی طرف رخصت ہو گیا۔

### فضائل و مناقب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

حضرت معاذ بن جبل انصاری خرزجی، کنیت ابو عبد اللہ ہے، بیعت عقبہ کرنے والے ستر انصار میں آپ بھی تھے، بدر اور تمام غزوات میں حضور کے ساتھ رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا گورنر بنایا، عمر فاروق نے شام کا حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس میں بمر ۸۳ سال آپ کی وفات ہوئی، شام میں قبر شریف ہے، آپ کے فضائل بے حد و بے شمار ہیں۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

اہل یمن نے امیر اور معلم مانگا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلا یا اور کہا تم یمن چلے جاؤ تمہاری وہاں ضرورت ہے، گورنر مقرر فرمایا اور کہا شاید تم مجھ سے نہ مل سکو گے، پھر جب روانہ ہونے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور معاذ بن جبل سواری پر تھے، جب معاذ نے عرض کیا کہ اگر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے قرآن و سنت

میں کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔ جب معاذ یمن سے واپس آئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے۔ معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائد الانصاری ہیں، جو اٹھارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے بیعت عقبہ میں شریک ہونے والے ستر جلیل القدر صحابہ میں سے ایک یہ بھی تھے۔ عمرو بن جموح بن جموح کو بت پرستی اور بتوں سے متنفر کرنے والوں میں ان کا بھی کردار تھا۔ آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ زبانِ نبوت سے آپ کو یہ سند عطا ہو "اعلم امتی بالحلل والحرام معاذ بن جبل" کہ میری امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام سے واقف معاذ بن جبل ہیں۔

مسروق بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود کی موجودگی میں آیت پاک "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ" پڑھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ معاذ بھی ایک امت تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے، ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو "امت" وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا ہے۔

(فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۴۹۴)

ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ ایک روز میں دمشق کی جامع مسجد میں آیا تو وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام تشریف فرما تھے اور ان میں ایک نوجوان سُرْمِیلِی آنکھوں والا اور چمکیلے دانتوں والا تھا، جب یہ حضرات کسی بات میں اختلاف کرتے تو یہ لوگ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے۔

میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل (ان کی کنیت ابو عبد الرحمن، لقب امام الفقہاء ہے) ہیں، پھر ان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

کو خوش نصیب افراد میں شامل فرمایا اور وہ کتابت قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے، یہ ان پر اعتماد کامل اور علم کی پختگی کی ایک دلیل تھی، اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب لوگ گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، تو ان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور انہیں کو اس کام کے لیے متعین فرمایا۔ معاذ بن جبل کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے ”معاذ امام العلماء یوم القیامة برتبة“ معاذ کو قیامت کے دن علماء کی پیشوائی حاصل ہوگی اور ایک بڑا درجہ ان کو ملے گا۔

(ماہنامہ دارالعلوم، شمارہ ۵، جلد: ۹۳، جمادی الاولیٰ، جمادی الثانی ۱۳۳۱ھ مطابق مئی ۲۰۱۰ء)

### یمن کے گورنر

جب اہل یمن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ہمارے ساتھ آپ ایک ایسا آدمی بھیج دیجئے جو صرف امیر ہی نہ ہو، بلکہ معلم بھی ہو، تو اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پر پڑی، چنانچہ آپ نے ان کو اشارہ کر کے بلایا اور کہا کہ اے معاذ! تم یمن چلے جاؤ تمہاری وہاں ضرورت ہے، پھر آپ نے تبلیغ سے متعلق کچھ نصیحتیں فرمائی اور ان کو وہاں کا گورنر مقرر فرمادیا اور کہا کہ اے معاذ! واپسی میں شاید تم مجھ سے نہ مل سکو گے، یہ سننا تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے آنسو بہہ پڑے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی آنسو شدت محبت کی وجہ سے بہہ پڑے، پھر جب روانہ ہونے لگے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سواری پر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ ساتھ چل کر نصیحت بلکہ وصیت فرما رہے تھے، اے معاذ! لوگوں کے لیے آسانی پیدا کرنا، مشکلات پیدا نہ کرنا، انہیں خوشی و مسرت کا پیغام سنانا، ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے انہیں دین سے نفرت ہو جائے۔

اس سفر کا منظر بھی عجیب تھا کہ خوب پیدل چل رہے تھے اور محب سوار، جی ہاں!



حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ اس وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کتنے خوش تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر مجھے فیصلہ کرنے کے لیے قرآن و سنت میں کوئی چیز نہ ملے تو اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جواب سے اتنی خوشی ہوئی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے۔

پھر اس وقت وہ حالت بھی عجیب تھی، کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے معاذ! ہو سکتا ہے آج کے بعد تم مجھ سے پھر نہ مل سکو، شاید واپسی میں تمہارا گذر میری مسجد اور قبر کے پاس ہی سے ہوگا۔

یہ سننا تھا کہ اس عاشقِ صادق کے پاؤں سے زمین نکل گئی اور زار و قطار رونے لگے، روایات میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رائے انور مدینہ منورہ کی طرف پھیر لیا اور یہ ارشاد فرمایا: ”ان اولی الناس بالمتقون حیث کانوا ومن کانوا“ یعنی میرے قریب ترین وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں جہاں بھی ہوں اور جو بھی ہوں۔

چنانچہ یہی ہوا کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے واپس آئے تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما چکے تھے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر رو رہے تھے۔

یہ خوب رو، خوش اخلاق، کشادہ دست، کریم النفس، خوش بیان اور شیریں بیان معاذ بن جبل بن عمرو بن اوس بن عائد الانصاری ہیں، جو اٹھارہ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت نہ فرمائی تھی، یہ مدینہ سے جا کر مشرف باسلام ہوئے تھے، بیعت عقبہ پیش شریک ہونے والے ستر جلیل القدر صحابہ میں سے ایک

یہ بھی تھے۔

اٹھارہ سال کی عمر، ابھرتی جوانی، سینہ میں موجزن ارمان، دنیا میں گھسنے کا خیال اور مستقبل کے عزائم کو پختہ کرنے کا زمانہ، مگر اسلام لانے کے بعد انھوں نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام، تعلیم قرآن اور شرک کے خاتمے کے لیے وقف کر دی، چنانچہ حضرت عمرو بن جموح بن جموح رضی اللہ عنہ کو بت پرستی اور بتوں سے متنفر کرنے والوں میں ان کا بھی کردار تھا۔

دین کے مسائل سیکھنے اور قرآنی علوم پڑھنے میں اس طرح لگ گئے کہ ان کو دینی علوم میں مہارت تامہ حاصل ہو گئی، پھر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں وہ بشارت دی جس پر وہ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

جماعت صحابہ میں آپ کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ زبان نبوت ترجمان حقیقت سے آپ کو یہ سند عطا ہو "اعلم امتی بالحلل والحرام معاذ بن جبل" کہ میرا امت میں سب سے زیادہ حلال و حرام سے واقف معاذ بن جبل ہیں۔

مسروق علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آیت پاک "إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَاتِلًا لِلَّهِ" پڑھی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ معاذ بھی ایک امت تھے، اللہ کے فرمانبردار تھے، ان کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا، جانتے ہو "امت" وہ شخص ہے جو لوگوں کو خیر کی باتیں سکھاتا ہے۔ (فتح الباری جلد ۸، صفحہ ۴۹۴)

ایک مرتبہ میں حمص کی مسجد میں داخل ہوا تو وہاں میں نے گھنگریالے بالوں والے ایک نوجوان کو بیٹھا ہوا دیکھا اور لوگ اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے، جب وہ گفتگو کرتا تو یوں معلوم ہوتا کہ جیسے اس کے منہ سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور موتی بکھر رہے ہیں، میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ معاذ بن جبل ہیں۔ اسی طرح ابو مسلم خولانی کا بیان ہے کہ ایک

روز میں دمشق کی جامع مسجد میں آیا تو وہاں عمر رسیدہ صحابہ کرام تشریف فرما تھے اور ان میں ایک نوجوان سُرمیلی آنکھوں والا اور چمکیلے دانتوں والا تھا، جب یہ حضرات کسی بات میں اختلاف کرتے تو یہ لوگ اس نوجوان کی طرف رجوع کرتے۔

میں نے پوچھا یہ جوان کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (ان کی کنیت ابو عبد الرحمن، لقب امام الفقہاء ہے) ہیں، پھر ان سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خوش نصیب افراد میں شامل فرمایا اور وہ کتابت قرآن کے شرف سے مشرف ہوئے، یہ ان پر اعتماد کامل اور علم کی پختگی کی ایک دلیل تھی، اسی طرح فتح مکہ کے بعد جب لوگ گروہ در گروہ دائرہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے، تو ان میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انتخاب انہی پر پڑی اور انہیں کو اس کام کے لیے متعین فرمایا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے "معاذ امام العلماء یوم القیامة برتبة" معاذ کو قیامت کے دن علماء کی پیشوائی حاصل ہوگی اور ایک بڑا درجہ ان کو ملے گا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے علم کی گہرائی اور گیرائی عطا کی تھی، تو جہاں انھوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق محبت اور سنت کی پیروی میں کوتاہی نہ کی، تو وہیں حقوق العباد کی رعایت بھی بڑی شدت سے فرماتے رہے، چنانچہ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی دو بیویاں تھیں، جب ایک کی باری ہوتی تو دوسری کے گھر میں پانی تک نہ پیتے اور نہ وضو فرماتے۔

ان تمام خوبیوں کے ساتھ ساتھ وہ اس عظیم خوبی سے بھی بہرہ ور تھے جس کو اپنا کر مسلمانوں نے عظمت حاصل کی تھی، جس خوبی کی بدولت مسلمانوں کا دبدبہ، شان و شوکت اور نام تھا اور جس کو چھوڑنے کے بعد مسلمان پستی کی اتھاہ گہرائی کی طرف مسلسل رواں دواں ہیں اور جہاں دیکھو مسلمان ذلت و رسوائی کی زندگی گزار رہے ہیں۔

## حضور نے حضرت معاذ بن جبل کو عمامہ باندھا

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جب حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ایک روز صبح کی نماز کے بعد آپ ﷺ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے گروہ مہاجرین و انصار! تم میں کون ہے جو (دین اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو پیش کر دیا مگر نبی کریم ﷺ نے سکوت اختیار فرمایا اور دوبارہ یہی ارشاد فرمایا: اے گروہ مہاجرین و انصار! تم میں کون ہے جو (دین اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ تو حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ مگر حضور ﷺ نے بدستور سکوت فرمایا اور پھر وہی ارشاد فرمایا: اے گروہ مہاجرین و انصار! تم میں کون ہے جو (دین اسلام کی دعوت کو عام کرنے کے لئے) ہمارا نمائندہ بن کر یمن جائے؟ اب حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ میں (حاضر ہوں)! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہاں اے معاذ! تم ہی اس کام کے لئے ہو، پھر سرکارِ نامدار، مکہ مدینے کے تاجدار ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اے بلال ان کے لئے میرا عمامہ لاؤ“۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا عمامہ پیش کر دیا پھر آپ ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ شریف باندھا اور پھر آپ ﷺ کو رخصت کرنے کے لئے مدینہ شریف سے باہر تشریف لائے اور دُعاؤں سے نوازتے ہوئے الوداع فرمایا۔

(تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس، ذکر معاذ بن جبل، ۲/۱۳۲، واللفظ لہ، کتاب الثقات، السیرة

النبویة، السنۃ الثامنة من الهجرة، ۱/۱۳۷)





## 4- سید القراء سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

### نام و نسب

ابو المنذر ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ الانصاری الخزرجی آپ کی کنیت ابو المنذر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ (اسد الغابہ ج 1 ص 89)

### ابتدائی حالات

سید القراء، سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی حدیلہ کے نام سے مشہور تھا (حدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو چشم بن خزرج کی اولاد میں تھی سلسلہ نسب یہ ہے: ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار، (مسند احمد) والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابو طلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابو طلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابو المنذر اور ابو الطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

(مسند احمد: 5/133)

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو عدی بن نذر کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں اور ابو طلحہ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں اس بنا پر ابو طلحہ اور ابی پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ابی کی دو کنیتیں تھیں، ابو المنذر اور ابو الطفیل، پہلی کنیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری سیدنا عمر نے ان کے بیٹے طفیل کے نام کی مناسبت سے پسند فرمائی۔

حضرت ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار انصاری خزرجی نجاری، ان کی کنیت ابو المنذر اور ابو طفیل ہے اور یہ سابقین انصار میں سے

ہیں یہ عقبہ اور اس کے بعد حاضر ہوئے انہوں نے ۳۰ ہجری کو وفات پائی ایک قول کے مطابق اس سے پہلے مدینہ میں وصال فرمایا۔ (عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۷۳)

### قبول اسلام

مدینہ کے جن انصار نے مکہ جا کر نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر عقبہ ثانیہ میں بیعت کی تھی ان میں ابی بھی تھے آپ ان چھ صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ نبوی میں قرآن مجید حفظ کیا اور ان فقہا صحابہ میں سے ہیں جو زمانہ نبوی میں فتویٰ دیتے تھے صحابہ میں بڑے قاری تھے۔ (مرآة المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۵۸۳)

### مواخات

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری و مواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخات ہوئی۔

### غزوات میں شریک

بدر سے طائف تک کے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

### تدوین قرآن

حضرت ابو بکر کے عہد خلاف میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین شروع ہوئی تو اس خدمت پر جو لوگ مامور ہوئے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ عمر کے زمانے میں مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ابتدا میں قرآن کی قرات میں بعض فروعی اختلافات تھے۔ آخر میں عثمان نے قرات قرآنی کے ممتاز ماہرین کی جانچ کے بعد ابی بن کعب کے طریقہ کو پسند فرمایا۔ اور اسی قرات کے مطابق کلام مجید کے چار نسخے لکھو کر مختلف شہروں میں بکھوادے۔ انہی نسخوں کی آج تک پیروی کی جا رہی ہے۔

### وصال

۳۲ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر عثمان غنی کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن مدینہ میں وفات

پائی۔ عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کئے گئے۔

### فضائل و مناقب

جن خوش نصیب صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں قرآن کو جمع کیا حضرت ابی ان میں سرفہرست ہیں۔ چنانچہ حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

سَأَلْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعَةٌ كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ أَبِي بَنْ كَعْبٍ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَبُو زَيْدٍ. (صحیح البخاری: ج ۵۰۰۳)

میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کس نے قرآن مجید کو جمع کیا تھا؟ تو انہوں نے جواب دیا: چار آدمیوں نے اور وہ سارے کے سارے انصار میں سے تھے یعنی ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم اجمعین۔

خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح البخاری: ج ۳۸۰۸)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آپ نے مختلف صحابہ کی مختلف نمایاں صفات کو بیان فرمایا۔ اس میں حضرت ابی بن کعب کے تذکرے کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

وَأَقْرؤُهُمْ لِكِتَابِ اللَّهِ أَبِي بَنْ كَعْبٍ. (جامع ترمذی: ج ۳۷۹۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی کو فرمایا۔

إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ { لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ }  
قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكِي (بخاری: ج ۳۸۰۹)

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورت دَلَمَ يَكُنْ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ سناؤں۔ حضرت ابی بنی شیبہ نے عرض کیا: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے، فرمایا: ہاں۔ تو حضرت ابی بنی شیبہ رو پڑے۔

آپ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے شاگرد تھے جن میں سیدنا عمر، سیدنا ابوالیوب انصاری، سیدنا عبادہ بن صامت، سیدنا اسہل بن سعد، سیدنا ابوموسیٰ، سیدنا ابن عباس، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہم شامل ہیں۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۷۷، الاصابہ ج ۱ ص ۲۰)

### مقام فقہ واجتہاد

آپ چند ایسے خوش نصیب فقہاء صحابہ میں سے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وعدة مسروق في الستة من اصحاب الفتيا۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۲۰)

کہ مشہور تابعی حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ ان صحابہ میں شمار کیا کرتے تھے جو فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی نقل کیا ہے۔

كان اصحاب القضاء من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ستة عشر

وعلى وعبد الله وابي وزيد ابو موسى (اسد الغابہ ج ۱ ص ۹۰)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو چھ صحابہ فتویٰ دیا کرتے تھے وہ چھ تھے یعنی

حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہم۔

ان چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پہلا نام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہے مگر سیدنا ابی کی نقاہت کا

اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بسا اوقات مسائل کے لیے آپ کی



طرف رجوع کرتے تھے تاکہ امت کو ان کی فقاہت کا احساس دلایا جاسکے۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۸، الاصابہ ج ۱ ص ۲۰)

### تراویح کے متعلق آپ کا اجتہاد

رسول اکرم ﷺ نے رمضان المبارک کی تین راتوں میں تراویح پڑھائی اور مسلسل نہ پڑھانے کی وجہ بیان فرمائی:

خَشِيْتُ أَنْ تَفْرَضَ عَلَيْكُمْ بِخَارِي وَمَسْلَمٍ

فرضیت کے ڈر سے میں نے جماعت نہیں کرائی کہ امت تنگی میں مبتلا نہ ہو۔

لیکن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے تراویح کی جماعت کو باقی

رکھا۔ ایک رات حضور ﷺ مسجد میں تشریف لائے، تراویح کی جماعت کو دیکھ کر فرمایا:

مَا هَؤُلَاءِ قَعِيلَ هَؤُلَاءِ نَاسٍ لَيْسَ مَعَهُمْ قُرْآنٌ وَأَبِي بِنُ كَعْبٍ يُصَلِّي وَهُمْ يُصَلُّونَ

بِصَلَاتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصَابُوا وَنِعْمَ مَا صَنَعُوا۔

(سنن ابی داؤد: ۱۳۷۹۷)

یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ تو کہا گیا کہ ان لوگوں کو قرآن یاد نہیں ہے ابی بن کعب

نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ ان کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا انہوں نے اچھا کیا اور صحیح کیا۔

چونکہ آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد کی تصویب فرمادی، اس

لئے اب تراویح کی جتنی رکعات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ملیں گی وہ بھی گویا حضور ﷺ کی

تائید شدہ ہوں گی۔

روایات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس

رکعات ہی پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں:

كَانَ أَبُو بِنُ كَعْبٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرِينَ رَكْعَةً وَيُوتِرُ

بِشَلَاثٍ (مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۷۷۶)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھاتے تھے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب تمام لوگوں کو حضرت ابی بن کعب کی اقتداء میں باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم دیا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے خلافت عمر رضی اللہ عنہ میں بھی بیس رکعت تراویح پڑھائی۔ خود آپ ہی سے مروی ہے:

عَنْ أَبِي بِنِ كَعْبٍ أَنَّ عُمَرَ أَمَرَ أَيُّمًا أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ إِنَّ النَّاسَ يَصُومُونَ النَّهَارَ وَلَا يُحْسِنُونَ أَنْ يَقْرَأُوا فَلَوْ قَرَأْتُ الْقُرْآنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! هَذَا شَيْءٌ لَمْ يَكُنْ - فَقَالَ؛ قَدْ عَلِمْتُ وَلَكِنَّهُ أَحْسَنُ - فَصَلَّى بِهِمْ عِشْرِينَ رَكْعَةً - (مسند احمد بن منيع بحوالہ اتحاد الخيرة المبررة ج ۲ ص ۴۲۴)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز (تراویح) پڑھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات) قرأت (قرآن) اچھی نہیں کرتے۔ تو قرآن مجید کی رات کو تلاوت کرے تو اچھا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”اے امیر المؤمنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے“ تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز (تراویح) پڑھائی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے کہ:

ان عشرين الخطاب جمع الناس على ابى بن كعب في قيام رمضان فكان يصلى بهم عشرين ركعة - (سنن ابى داود ج ۱ ص ۲۱۱ باب القنوت في الوتر)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی

بن کعب کی امامت پر جمع فرمایا۔ وہ لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھاتے تھے۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ پورا مہینہ باجماعت بیس رکعت تراویح پڑھنا سنت ہے، یہی بات حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔

### وفات حسرت آیات

آپ کی وفات پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج مسلمانوں کا سردار دنیا سے رخصت ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ۱ ص ۱۸)

ہجرت نبوی سے چند سال بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن میانہ قد اور اکھرے بدن کے ایک گورے چٹے پاکیزہ صورت آدمی بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بڑے ادب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور پھر آپ کی خدمت میں بیٹھ کر ارشادات نبوی سے مستفیض ہونے لگے۔ یہ ایک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر آثار وحی طاری ہوئی اور زبان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم کی ایک سورۃ جاری ہو گئی۔ وہ صاحب وحی الہی کا ایک ایک لفظ بغور سنتے اور اس کو لکھتے جاتے تھے۔ جب جبریل امین علیہ السلام پیغام الہی پہنچا کرواپس چلے گئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا:

مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں تم کو قرآن سنایا کروں (تا کہ تمہیں یاد ہو) ان صاحب نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔

یہ سن کر وہ صاحب فرط مسرت سے بے خود ہو گئے اور بے اختیار رونے لگے۔

یہ صاحب رسول جن کا خود رب ذوالجلال والا کرام نے نام لے کر اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ ان کو قرآن سنائیں۔ سید المسلمین حضرت ابی بن کعب انصاری تھے۔

حضرت حضرت ابی بن کعب انصاری صلی اللہ علیہ وسلم کا شمار تاریخ اسلام کی ان مہتمم بالشان

شخصیتوں میں ہوتا ہے جن کو دربار رسالت میں نہایت ممتاز درجہ حاصل تھا اور جن کی جلالت قدر اور تبحر علمی پر مسلمانوں کے سبھی مکاتب فکر کا کامل اتفاق ہے۔ حضرت اُبیؓ کا تعلق انصار کی نہایت معزز شاخ نجار (خزرج) کے خاندانی بنی جدیلہ سے تھا۔

والدہ کا نام صہیلہ تھا جو خاندان عدی بن نجار سے تھیں۔

حضرت اُبیؓ دو کنیتوں سے مشہور تھے ایک کنیت ابوالمندر تھی جو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ دوسری کنیت ابو الطفیل جو ان کے بیٹے طفیل کے نام کی نسبت سے حضرت عمر فاروقؓ نے رکھی تھی۔ سید الانصار، سید المسلمین اور سید القراء حضرت اُبیؓ کے القاب تھے۔

حضرت اُبیؓ کے لڑکپن اور جوانی کے حالات کتب سیر میں نہیں ملتے۔ البتہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اوائل عمر میں ہی لکھنا پڑھنا سیکھ گئے تھے اور ان کا شمار انصار کے تعلیم یافتہ لوگوں میں ہوتا تھا۔ مولانا سعید انصاری مرحوم نے سیر انصار میں یہ رائے ظاہر کی ہے غالباً حضرت اُبیؓ اسلام سے پہلے توراہ پڑھ چکے تھے اور اسی کا اثر تھا کہ اسلام کی آواز نے انہیں بہت جلد اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت اُبیؓ عہد شباب میں دُخت رز کا شوق بھی کرتے تھے اور ان کے سوتیلے باپ ابو طلحہؓ کی محافل ناؤ و نوش کے سرگرم رکن تھے۔ (قبول اسلام کے بعد دونوں کا شمار جلیل القدر صحابہ میں ہوا۔ حضرت ابو طلحہؓ زید بن سہل انصاری، حضرت اُبی بنی شیبہؓ کے ماموں۔ زید بن سہل تھے اور رزم و بزم میں ان کے ساتھی تھے)

حضرت اُبی بنی شیبہؓ کے سعادت اندوز اسلام ہونے کے بارے میں مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں مکہ جا کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی۔ لیکن تاریخ و سیر کی اکثر کتابوں میں اصحاب عقبہ ثانی کی جو فہرست دی گئی ہے۔ اس میں حضرت اُبیؓ بن کعب کا نام نہیں ہے۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بیعت عقبہ سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ رہی یہ بات کہ وہ بیعت عقبہ میں



شریک ہوئے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بہر صورت ہجرت نبویؐ سے پہلے ان کا شرف ایمان سے بہرور ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔

ہجرت کے بعد سیدالانام صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو انصار میں سے حضرت ابی بن کعب کو سب سے پہلے وحی لکھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس لحاظ سے ان کو انصاری کا تبین وحی میں امتیازی درجہ حاصل ہے۔

ہجرت کے چند ماہ بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت ابی بن کعب کو جلیل القدر صحابی (یکے از عشرہ مبشرہ) حضرت سعید بن زید کا اسلامی بھائی بنایا۔

غزوات کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت ابی بن کعب بدر سے لے کر طائف تک تمام غزوات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابی بن کعب کو غزوہ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے ان کے علاج کے لیے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کو کاٹ دیا۔ حضور نے اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا اور حضرت ابیؓ کا زخم جلد ہی مندمل ہو گیا۔

حضرت ابی بن کعب کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور کلام الہی سے بھی گہرا شغف تھا۔ چنانچہ وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ بارگاہ نبویؐ میں گزارتے تھے۔ حضور ان کو قرآن سناتے اور حفظ کراتے تھے اور کتابت وحی کی خدمت بھی لیتے تھے۔ اس طرح ان کو بارگاہ رسالت میں خصوصی تقرب حاصل ہو گیا تھا۔ قرآن حکیم سے حضرت ابیؓ کا غیر معمولی شغف اس قدر مقبول ہوا کہ خود ذات باری تعالیٰ نے حضرت ابیؓ کا نام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان کو قرآن سنایا کریں۔ ارشاد ربانی کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابیؓ کی تعلیم پر خاص توجہ فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قرآن حکیم کے حافظ اور

قرآنی علوم و معارف کے بہت بڑے عالم بن گئے ان کی قرأت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر پسند تھی کہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں۔

ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی آیت بے انتہا عظمت کی حامل ہے؟ حضرت ابی بن کعب نے عرض کیا ”آیۃ الکرسی“ ان کا جواب سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ابی بن کعب تمہیں یہ علم سرور کرے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ جو چاہیں اور جب چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ چنانچہ وہ بڑی آزادی کے ساتھ فیضان نبوی سے خوب خوب فیضیاب ہوتے تھے۔ بعض اوقات سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بغیر پوچھے بھی قرآن حکیم کے انرار و رموز سے آگاہ فرماتے تھے۔ خود حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابی بن کعب کیا میں تجھ کو ایسی سورت نہ بتاؤں جو نہ توراہ میں ہے نہ زبور میں اور نہ انجیل اور نہ قرآن ہی میں اس جیسی اتاری گئی۔ میں نے عرض کیا، بے شک ضرور بتائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اُمید کرتا ہوں کہک تو اس دروازہ سے نکلنے نہ پائے گا یہاں تک کہ تو اس کو جان جائے گا۔ اس کے بعد آپ کھڑے ہو گئے اور میں بھی آپ کے ساتھ کھڑا ہو گیا، آپ مجھ سے بات کر رہے تھے اور میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھا تو میں نے پیچھا ہٹنا شروع کیا اس خوف سے کہ آپ اس سورۃ کی خبر دینے سے پہلے ہی دروازے سے باہر نہ چلے جائیں۔ جب میں دروازے کے قریب ہوا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سورۃ جس کا آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہو تو کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے سورہ فاتحہ پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سورۃ یہی ہے اور یہ سبع مثانی ہے جس کے بارے میں

اللہ تعالیٰ نے کہا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ (سورہ ۱۵ رکوع ۶)  
اور ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں اور قرآن عظیم دیا۔

رحمت عالم ﷺ کو حضرت اُبی بنی شیبہؓ کے حفظ قرآن اور حافظہ پر پورا اعتماد تھا اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک دفعہ حضور منجر کی نماز پڑھاتے ہوئے ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور کو خود اس آیت کا خیال آ گیا، صحابہؓ سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا، تمام صحابہؓ خاموش رہے لیکن حضرت اُبی بن کعب نے فوراً عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی، کیا یہ منوخ ہو گئی ہے یا سہواً ترک ہو گئی۔

حضور ﷺ نے فرمایا نہیں میں پڑھنا بھول گیا۔ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کا دھیان اس طرف نہ گیا ہوگا۔

ایک مرتبہ حضرت اُبی بنی شیبہؓ کو ایک آیت کی قرأت کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعود بنی شیبہؓ سے اختلاف پیدا ہوا۔ دونوں سرور عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اپنی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھ کر آپ ﷺ کو سنائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم دونوں ٹھیک پڑھتے ہو۔ حضرت اُبی بنی شیبہؓ کے دل میں دوسوہ پیدا ہوا اور انہوں نے حیران ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں بھی ٹھیک پڑھتا ہوں اور عبد اللہ بھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے لیکن رعب نبوت نے جسم پر کپچی طاری کر دی اور پسینے میں نہا گئے۔ حضور نے ان کی حالت دیکھی تو ان کے سینے پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: الہی اُبی بنی شیبہؓ کا شک دور کر۔ آنا فانا ان کا دل دوسوہ سے پاک ہو گیا اور اس معاملہ میں ان کو پورا اطمینان ہو گیا۔

رحمت عالم ﷺ کا سحاب لطف و کرم حضرت اُبیؓ پر ایسا جھوم جھوم کر برساکہ وہ عہد

رسالت میں ہی مسند درس و افتاد پر فائز ہو گئے۔ لوگ ان سے قرآن پڑھتے اور مختلف مسائل دریافت کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ایرانی صاحب رسولؐ نے ان سے قرآن پڑھنا شروع کیا، جب اس آیت پر پہنچے **إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْأَثِيمِ** تو ایرانی صحابی کی زبان سے اٹیم کی بجائے یتیم نکلتا تھا۔ بہت کوشش کی لیکن ان سے صحیح تلفظ ادا نہ ہو سکا۔ بالآخر ان کو ساتھ لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی مشکل بیان کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایرانی سے فرمایا **و طعام الظالم** انہوں نے یہ الفاظ بالکل صحیح ادا کیے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بنی اللہؓ سے فرمایا: ان کی زبان درست کرنے کی کوشش کرتے رہو، اللہ تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مشہور صحابی حضرت طفیل بن عمروؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے قرآن پڑھا تو انہوں نے ایک کمان ہدیہ پیش کی حضرت ابیؓ اس کو لگا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے پوچھا ابی بنی اللہؓ یہ کمان کس نے دی ہے؟ عرض کیا: طفیل بن عمروؓ نے، میں نے اسے قرآن پڑھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو واپس کر دو ورنہ یہ جہنم کے ایک ٹکڑے کا قلاوہ بن جائے گی۔

انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اپنے شاگردوں کے ہاں کھانا بھی تو کھا لیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ کھانا بطور خاص تمہارے لیے تیار نہیں کیا جاتا اگر تم کھانے کے موقع پر پہنچ گئے اور اس میں شریک ہو گئے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن جو چیز خاص تمہارے لیے تیار کی جائے۔ اگر تم اس کو استعمال کر لو تو اپنی آخرت کے اجر کو ضائع کر دو گے۔

ایک اور روایت میں خود حضرت ابی بنی اللہؓ بن کعب کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآن کی ایک سورہ سکھائی اس نے میرے پاس ایک کپڑا ہدیہ بھیجا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا اگر تو نے اس لے لیا تو تجھے آگ کا کپڑا



پہنایا جائے گا۔

حضرت اُبی رحمت عالم ﷺ کے ارشادات کا ایک ایک لفظ بغور سنتے تھے اور اس کو حرز جان بنا لیتے تھے۔ ایک دفعہ بارگاہ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے حضور سے سوال کیا: یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ جو بیمار ہوتے ہیں یا دوسری تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں بھی کچھ ثواب ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں یہ بیماریاں اور تکلیفیں مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔

حضرت اُبی رحمت عالم نے پوچھا: یا رسول اللہ ﷺ کیا معمولی تکلیفیں بھی گناہ کا کفارہ ہو جاتی ہیں؟

فرمایا: چھوٹی چھوٹی تکلیفیں کیا، مسلمان کو ایک کاٹنا بھی چھ جائے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے۔

یہ سنتے ہی جوش ایمان کی یہ کیفیت ہوئی کہ بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہو گئی۔ الہی میں ہمیشہ بخاری میں مبتلا رہوں مگر نماز باجماعت، حج، عمرہ اور جہاد کے قابل رہوں۔

یہ دعا فوراً دراجابت پر پہنچ گئی۔ اہل سیز کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت اُبی رحمت کو ہر وقت خفیف سے حرارت رہتی تھی شاید اس کی وجہ سے ان کے مزاج میں بھی قدرے حدت پیدا ہو گئی تھی۔

۹ ہجری میں رحمت عالم ﷺ نے حضرت اُبی کو قبائل بلی، عذرہ اور بنو سعد میں عامل صدقات بنا کر بھیجا۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت دیانت اور جفاکشی کے ساتھ انجام دیئے۔ ایک دفعہ کسی گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے اپنے تمام جانور ان کے سامنے لا کر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے آپ جو چاہیں چن لیں۔ انہوں نے اونٹ کا ایک دو سالہ بچہ لے لیا۔ جانوروں کے مالک نے کہا: یہ بچہ آپ کے کس کام کا، یہ جوان اور فریبہ اوٹنی لے جائیں۔

حضرت اُبی بنی شامہ نے کہا: نہیں نہیں یہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے خلاف ہے بہتر یہ ہے کہ تم میرے ساتھ مدینہ منورہ حضور کی خدمت میں چلو، آپ جو حکم دیں گے اس کی تعمیل کرنا۔

جانوروں کے مالک بڑے مخلص مسلمان تھے وہ حضرت اُبی کے ساتھ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور وہی اونٹنی حضور کی خدمت میں پیش کی۔

آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم یہی اونٹنی بخوشی دینا چاہتے ہو تو دے دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ انہوں نے برضا و رغبت یہ اونٹنی صدقہ میں دے دی اور خوش خوش اپنے گاؤں کو مراجعت کی۔

ایک دفعہ حضرت اُبی بنی شامہ نے کہیں سے ایک تھیلی پڑی پائی۔ کھول کر دیکھا تو اس میں سو دینار تھے دوڑے دوڑے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ سال بھر تک اس کا اعلان کرتے رہو۔ وہ سال بھر ان دیناروں کا اعلان کرتے رہے لیکن کسی نے ان کی ملکیت کا دعویٰ نہ کیا۔ حضرت اُبی پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ میں سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتا رہا لیکن کوئی یہ رقم لینے نہیں آیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایک سال اور انتظار کرو اگر کوئی شخص رقم کی مقدار اور تھیلی کا نشان بتا کر ان دیناروں کا دعویٰ کرے تو اس کے حوالہ کر دینا ورنہ یہ مال تمہارا ہو چکا۔

حضرت اُبی بنی شامہ کو قرأت قرآن میں ایسا کمال حاصل ہو گیا تھا کہ خود حامل وحی و نبوت ﷺ ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے، اپنے سال رحلت (۱۱ ہجری) میں بھی حضرت اُبی بنی شامہ کو (آخری بار قرآن سنایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے آکر کہا کہ اُبی کو قرآن سنا دیجئے۔

رحمت عالم ﷺ کے وصال کے بعد خلافت کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضرت اُبی بنی شامہ ان

چند صحابہ میں سے تھے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلافت کا مستحق سمجھتے تھے تاہم جب جمہور مسلمانوں کی رائے کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت ابی بنی اللہ نے خوشدلی سے ان کی بیعت کر لی۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت ابی بنی اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب انہوں نے قرآن حکیم کی ترتیب و تدوین کا کام اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے سپرد کیا تو حضرت ابی بنی اللہ اس جماعت کا امیر مقرر کیا۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے جاتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے اگر کسی آیت کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں اختلاف ہو جاتا تو سب اس کو مل کر طے کرتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے تو انہوں نے حضرت ابی بنی اللہ کو مجلس شوریٰ کا رکن نامزد کیا۔ وہ حضرت ابی بنی اللہ کی جلالت علمی اور اصابت رائے کے بے حد معتقد تھے اور ان کا غیر معمولی اعزاز و اکرام کرتے تھے اور اہم ملکی اور دینی معاملات میں ان کی رائے کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحابہ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ ان (حضرت ابی بنی اللہ) کو سید المسلمین کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم سب سے بڑے قاری ابی بنی اللہ ہیں۔ اسی طرح حافظ ابن عبد البر علیہ الصلوٰۃ والسلام الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے متعدد طرق سے یہ روایت ہم کو پہنچی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، ہم میں علم قضا کے سب سے بڑے ماہر علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور حفظ قرآن میں سب سے بڑے ابی بنی اللہ ہیں۔

سید محمد علی بلاوی نے اپنی کتاب ”التعریف بالنبی بالقرآن الشریف“ میں مستند حوالوں کے ساتھ لکھا ہے کہ ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ مشکل مسائل میں حضرت ابی بنی اللہ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور پیچیدہ مقدمات میں ان سے فیصلہ کراتے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ انہیں سید المسلمین اور سید القراء کے القاب سے یاد کرتے تھے۔“

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو

حضرت ابی بنی شہزادہ بن کعب کو مردوں کا اور حضرت سلیمان بن ابی حشمہ کو عورتوں کا امام مقرر فرمایا۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بنی شہزادہ اگرچہ حضرت ابی بنی شہزادہ پر بے حد مہربان تھے اور ان کی تعظیم و تکریم میں کوئی کسر نہ اٹھار کھتے تھے لیکن حضرت ابی بنی شہزادہ دینی معاملات میں مطلق ان کی رُو رعایت نہ کرتے اور جس بات کو حق سمجھتے بر ملا اس کا اظہار کر دیتے تھے۔ کنز العمال میں ہے کہ حضرت عمر بنی شہزادہ کا ایک شخص پر گزر ہوا جو یہ آیت پڑھ رہا تھا۔ ”والسابقون الأولون من المهاجرین والأنصار والذین اتبعوہم باحسان“ آپ بنی شہزادہ ٹھہر گئے اور کہا ذرا ادھر تو آؤ، وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے پوچھا، تمہیں یہ آیت کس نے یاد کرائی ہے۔ اس نے کہا یہ مجھے ابی بن کعب بنی شہزادہ نے یاد کرائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چلو ابی بن کعب بنی شہزادہ کے پاس۔ وہ آپ کو ساتھ لے کر ابی کے پاس آیا۔ آپ بنی شہزادہ نے فرمایا کہ اے ابا المنذر یہ شخص کہتا ہے کہ تم نے اسے یہ آیت تعلیم کی ہے۔ ابی بنی شہزادہ نے کہا سچ کہتا ہے میں نے یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنی ہے۔ حضرت عمر بنی شہزادہ نے (تجب سے) کہا ”تم نے اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سنا ہے۔ حضرت ابی بنی شہزادہ نے کہا، ہاں تیسری بار پوچھنے پر بڑے غصے سے کہا کہ ہاں خدا کی قسم! اس کو اللہ نے جبریل علیہ السلام پر اور جبریل علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نازل کیا۔ بیشک خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا۔ یہ سن کر حضرت عمر بنی شہزادہ وہاں سے باہر نکلے اس طرح کہ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے تھے اور کہہ رہے تھے اللہ اکبر اللہ اکبر

اسی سلسلے میں کنز العمال میں اور روایتیں بھی ملتی ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں:

ایک دفعہ ابو درداء بنی شہزادہ شام کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ مدینہ منورہ لائے ان لوگوں نے حضرت ابی بنی شہزادہ سے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمر بنی شہزادہ کے سامنے کوئی آیت پڑھی۔ حضرت عمر بنی شہزادہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ ابی بنی شہزادہ کو بلا لاؤ۔ اس وقت ابی بنی شہزادہ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے۔ امیر المؤمنین کا



پیغام ملا تو قاصد سے پوچھا کہ کیا کام ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو حضرت اُبی بنی ثعلبہؓ کو غصہ آ گیا اور اس حالت میں دربار خلافت میں حاضر ہوئے کہ ہاتھ میں چارہ تھا اور دامن چڑھا رکھا تھا، حضرت عمر بنی ثعلبہؓ نے وہ آیت ان سے پڑھوائی اس کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ کو حکم دیا کہ وہی آیت پڑھیں، انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ تو ان کی قرأت حضرت اُبی بنی ثعلبہؓ کی قرأت سے کس قدر مختلف تھی۔ حضرت عمر بنی ثعلبہؓ نے حضرت زید بنی ثعلبہؓ کی تائید کی اس پر حضرت اُبی بنی ثعلبہؓ نے دشمنانک ہو کر کہا۔ عمر بنی ثعلبہؓ خدا کی قسم! آپ بنی ثعلبہؓ جانتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر ہوتا تھا اور آپ لوگ باہر کھڑے رہتے تھے۔ اب آج میری یہ قدر افزائی کی جا رہی ہے کہ۔ خدا کی قسم اگر آپ کہیں تو میں خانہ نشین ہو جاؤں نہ کسی سے کلام کروں اور نہ لوگوں کو قرآن پڑھاؤں یہاں تک مجھ پر موت وارد ہو جائے۔

حضرت عمر بنی ثعلبہؓ نے فرمایا: ہرگز نہیں جب اللہ نے آپ بنی ثعلبہؓ کو علم دیا ہے۔ تو آپ بنی ثعلبہؓ شوق سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔

ایک اور موقع پر حضرت عمر بنی ثعلبہؓ نے حضرت اُبی بن کعب بنی ثعلبہؓ پر کسی آیت کی قرأت کے متعلق اعتراض کیا تو انہوں نے براہم ہو کر کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے اور آپ کو بقیع کے بازار میں خرید و فروخت سے فرصت نہ تھی۔ حضرت عمر بنی ثعلبہؓ نے (جن کو اُبی بنی ثعلبہؓ کا بڑا لحاظ تھا اور وہ ان سے الجھنا نہیں چاہتے تھے، فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں مدینہ کی ایک گلی میں قرآن مجید کی ایک آیت پڑھتا ہوا جا رہا تھا، اتنے میں پیچھے سے آواز آئی سند بتاؤ! اے ابن عباس رضی اللہ عنہما سند بتاؤ میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت عمر بنی ثعلبہؓ تھے، میں نے کہا، میں آپ بنی ثعلبہؓ کو اُبی بن کعب کا حوالہ دیتا ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک غلام سے کہا کہ اُبی بنی ثعلبہؓ کے پاس جا اور ان سے دریافت کر کہ کیا تم نے ان کو یہ آیت یاد کرائی ہے۔ ہم اُبی بنی ثعلبہؓ کے پاس گئے ابھی ہم ان کے دروازے پر پہنچے کہ خود حضرت عمر بنی ثعلبہؓ آگئے اور اندر آنے کی

اجازت طلب کی۔ اُبی بنی ثعلبہ نے اجازت دے دی۔ ہم لوگ اُبی بنی ثعلبہ کے پاس ایسی حالت میں پہنچے کہ ان کی کنیزان کے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضرت عمر بنی ثعلبہ کے لیے چڑے کا ایک ٹکڑا ڈال دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ گئے۔ اُبی بن کعب بنی ثعلبہ دیوار کی طرف منہ کیے بیٹھے تھے وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کی پشت حضرت عمر بنی ثعلبہ کی طرف تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر بنی ثعلبہ نے ہماری طرف رخ کیا اور کہا دیکھو تو اس (اُبی بنی ثعلبہ) کو ہماری پرواہ ہی نہیں، تھوڑی دیر بعد اُبی بن کعب بنی ثعلبہ نے حضرت عمر بنی ثعلبہ کی طرف رخ کیا اور کہا: خوش آمدید امیر المؤمنین اس وقت کیسے تشریف آوری ہوئی؟ صرف ملاقات کے لیے یا کسی اور غرض سے؟ حضرت عمر بنی ثعلبہ نے کہا۔ میں کسی غرض ہی سے آیا ہوں۔ آخر تم لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں مایوس کرتے ہو؟

حضرت اُبی بنی ثعلبہ نے کہا۔ اچھا شاید کوئی آیت آپ بنی ثعلبہ نے سنی ہے جو سخت ہے۔ آپ کو علم ہونا چاہیے کہ میں نے قرآن اس ہستی سے سیکھا جس نے تازہ تازہ اس کو جبریل سے حاصل کیا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر بنی ثعلبہ نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور یہ کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے، خدا کی قسم تم احسان جتنا چاہتے ہو لیکن میری تشفی نہیں ہوئی۔ تم کس طرح (اپنی بات کہنے سے) باز نہ آؤ گے اور مجھے کس طرح تاب نہ آئے گی۔

کبھی کبھی اختلاف رائے ہو جانے کے باوجود حضرت عمر بنی ثعلبہ، حضرت اُبی بنی ثعلبہ کے دل سے قدر دان اور مداح تھے۔ شام کے مشہور سفر میں انہوں نے جابئہ کے مقام پر جو خطبہ دیا اس میں فرمایا:

من أراد القرآن فليأت أبا

جس کو قرآن کا شوق ہو وہ اُبی بنی ثعلبہ کے پاس آئے۔

حضرت عثمان ذوالنورین بنی ثعلبہ بھی حضرت اُبی بنی ثعلبہ کے تبحر علمی کے معترف تھے۔ انہوں نے اپنے دور خلافت میں محسوس کیا کہ بعض صحابہ کی قرأت میں اختلاف ہے۔ چنانچہ

انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر جمع کروں گا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے انصار اور مہاجرین میں سے بارہ ایسے صحابہ منتخب کیے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا اور پھر انہیں یہ کام سونا کہ باہمی مشورہ سے قرأت کا اختلاف دور کریں۔ اس مجلس کے امیر حضرت ابی بنی شیبہ مقرر ہوئے۔ وہ بولتے جاتے تھے اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہما لکھتے جاتے تھے۔ جہاں اختلاف پیدا ہوتا سب آپس میں مشورہ کر کے اس کو دور کر لیتے۔ کنز العمال میں ہے کہ اس کے بعد قرآن حکیم کے تمام نسخے حضرت ابی بنی شیبہ کی قرأت کے مطابق ہو گئے۔

لیکن بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت ابی بنی شیبہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں (۱۹ یا ۲۰ یا ۲۲ ہجری) میں وفات پا چکے تھے۔ سب سے مشہور روایت یہ ہے کہ انہوں نے بزمانہ حضرت عثمان ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔

اختلاف قرأت دور کرنے والی روایت اسی صورت میں صحیح ہو سکتی ہے جب حضرت ابی بنی شیبہ کی وفات ۳۲ ہجری میں تسلیم کی جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت ابی بنی شیبہ نے اپنے پیچھے جو اولاد چھوڑی اس میں سے طفیل، محمد، ربیع، عبداللہ اور ام عمر کے نام معلوم ہیں ان کی اہلیہ ام طفیل بھی صحابیہ تھیں۔

حضرت ابی بنی شیبہ علم و فضل کا مجمع البحرین تھے۔ وہ نہ صرف قرآن اور جملہ علوم قرآنی میں درجہ تبحر رکھتے تھے بلکہ حدیث اور فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ امام ذہبی کا بیان ہے کہ حضرت ابی بنی شیبہ نے رسول اللہ ﷺ سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا تاہم حضرت ابی بنی شیبہ روایت حدیث میں بے حد محتاط تھے۔ چنانچہ ان سے صرف ۱۶۴ احادیث مروی ہیں۔

حضرت ابی بنی شیبہ کی جلالت علمی کی یہ کیفیت تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے حلقہ درس میں شامل ہوتے تھے۔ ان میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما، حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ، خیر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک جیسے اساطین امت بھی شامل ہیں۔ ان بزرگوں کو حضرت اُبی رضی اللہ عنہ کے گھر جا کر مسائل دریافت کرنے سے بھی اجتناب نہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہیں انصار میں سب سے بڑا عالم تسلیم کیا جاتا تھا۔ ان کو اسلامی علوم کے علاوہ تورات اور انجیل پر بھی عبور حاصل تھا۔ ان کتابوں میں سرور عالم ﷺ کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں وہ انہیں بڑے لطف و انبساط کے ساتھ لوگوں کو سنایا کرتے تھے۔

رحمت عالم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ذات ایک ایسا چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی تھی جس سے ہر مسلمان بقدر ظرف فیضیاب ہوتا تھا۔ وہ لوگوں کو شرعی مسائل بھی بتاتے تھے اور قرآن حکیم کے حقائق و معارف کی تعلیم بھی دیتے تھے ان کے نزدیک قرآن کریم پر عمل کر کے ہی مسلمان اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے عرض کی کہ مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ فرمایا:

۲ قرآن کریم کو اپنا امام بنا لو، اس کے فیصلوں اور احکام پر راضی ہو جاؤ، بے شک یہ قرآن وہی ہے جو تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا ہے اور یہ ایسا شاہد ہے جس پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتا۔ اس میں تمہارا تذکرہ بھی ہے اور تم سے پہلی امتوں کا بھی۔ یہی تمہارے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس میں تمہارا بھی اور تمہارے بعد آنے والوں کا بھی حال درج ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ”حلیہ“ میں لکھا ہے کہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مومن میں چار صفتیں ضرور ہوتی ہیں۔

❖ اگر مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے۔



❖ اگر اسے کوئی نعمت عطا ہو تو اللہ کا شکر کرتا ہے۔

❖ اگر کوئی فیصلہ دیتا ہے تو پورا انصاف کرتا ہے۔

❖ اگر وہ بولتا ہے تو ہمیشہ سچ بولتا ہے۔

اور جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کے ڈر سے کوئی چیز ترک کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اسے اس سے بہتر چیز ایسی جگہ سے دیتا ہے جہاں سے اسے ملنے کا گمان تک نہیں ہوتا اور جب کوئی بندہ اللہ کی دی ہوئی نعمت کی قدرت نہیں کرتا اور اسے اس طرح استعمال کرتا ہے جو شرعاً اس کے لیے جائز نہیں تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کے بدلے میں ایسے طریقے سے سزا دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

بعض شرعی مسائل میں حضرت اُبی بنی شیبہؓ اپنا خاص مسلک رکھتے تھے۔ مثلاً وہ ظہر اور عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے اور دوسری نمازوں میں خاموش رہتے تھے۔ زنا کی سزا تین قسم کی بتاتے تھے متاہل بڑھے کو تازیانہ و رجم دونوں، متاہل جوان کو محض رجم اور غیر متاہل جوان کو فقط تازیانہ۔

مزاج میں کس قدر تکلف تھا۔ حلقہ درس میں گدے پر بیٹھ کر تعلیم دیا کرتے تھے اور تلامذہ کو اپنی تعظیم کے لیے سر و قد کھڑے ہونے سے منع نہیں فرماتے تھے۔ بڑھاپے میں جب سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے پراگندہ مو ہونا پسند نہیں فرماتے تھے۔ ایک لونڈی کے ذمہ یہ کام تھا کہ وہ آپ کے بالوں کو بنا سنوار دیا کرے۔ دیوار میں ایک آئینہ لگا ہوا تھا جب کنگھی کرتے تھے تو اس کی طرف منہ کر لیتے تھے۔

حضرت اُبی بنی شیبہؓ کی شخصیت علم اور عمل دونوں کی جامع تھی۔ بدعات سے اجتناب کرتے تھے۔ اور اپنے ہر کام میں سنت نبوی کو ملحوظ رکھتے تھے۔ عبادات میں خاص لطف حاصل ہوتا تھا نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھتے تھے۔ اکثر شب بیدار رہتے تھے۔ تلاوت اور نماز میں آنکھوں سے آنسو جاری رہتے تھے۔ عموماً تیسری رات کو قرآن مجید ختم

کر لیا کرتے تھے۔ رات کے ایک حصے میں درود و سلام میں مصروف رہتے تھے۔

تقدم فی الاسلام، حب رسول ﷺ، شوق جہاد، شغف قرآن و حدیث اور جذبہ اصلاح و تبلیغ حضرت ابی بن کعب کی کتاب سیرت کے نمایاں ابواب ہیں ان میں سے کسی باب پر بھی نظر ڈالیں، ان کی شخصیت منارہ نور نظر آتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابی بن کعب انصاری کاتب وحی، فاضل قرآن نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے

ایک ہیں۔ (انسائیکلو پیڈیا قرآنیات، قسط ۵، صفحہ ۱۵)

### حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما احادیث بخاری کی روشنی میں

عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ ذَكَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ عِنْدَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
وَقَالَ ذَاكَ رَجُلٌ لَا أَزَالُ أَحِبُّهُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ فَبَدَأَ بِهِ وَسَالِمِ  
مَوْلَى أَبِي حُدَيْفَةَ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ.

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ایسے آدمی ہیں جن سے میں ہمیشہ محبت رکھتا ہوں میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چار آدمیوں سے قرآن کریم حاصل کرو چنانچہ سب سے پہلے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا نام لیا پھر سالم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کا پھر معاذ بن جبل اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کا۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بِنِ كَعْبٍ إِنَّ اللَّهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا {الْبَيْئَةَ: ۱}. قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ قَالَ فَبَكَى.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں سورت ”لم یکن الذین کفروا“ پڑھ کر سناؤں عرش کی: کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ فرمایا: ہاں (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ رو دیئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں یہ سورۃ ”لم یکن الذین کفروا“ آپ کے سامنے پڑھوں، احمد کی روایت میں علی بن زید سے عمار بن ابوعمار نے انہوں نے ابو حبیہ سے روایت کی ہے کہ:

لما نزلت لم یکن قال جبرائیل علیہ الصلوة والسلام لرَسُولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربك امرک ان تقرئها ابیا فقال له ان اللہ امرنی ان اقرئک هذه السورة، فبکی

جب سورۃ ”لم یکن الذین“ نازل ہوئی تو جبریل علیہ السلام حضور رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہا۔ بے شک آپ کا رب آپ کو حکم دیتا ہے کہ اس سورۃ کو ابی کے سامنے پڑھیں تو آپ ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ بے شک میرا رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں یہ سورۃ آپ کے سامنے پڑھوں تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔

پس حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس سورت کا پڑھنا ان کی تعلیم کے لئے تھا نہ کہ ان سے سیکھنے کے لئے اور اس لئے تاکہ قرآن کا حفاظ پر پڑھنا سنت ہو جائے، خواہ وہ نسب، دین اور فضیلت میں ان سے کم درجہ کے ہوں یا اس سے حضرت ابی کی فضیلت کا اظہار تھا اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد وہ امام اور سردار مشہور ہو گئے۔

### سورۃ لم یکن الذین کی تخصیص

اس سورۃ کی تخصیص کی حکمت یہ ہے کہ یہ سورۃ اختصار کے باوجود جامع اصول قواعد

اور مہمات عظیمہ پر مشتمل ہے، علامہ قرطبی نے کہا کہ اس سورۃ کی تخصیص بایں وجہ ہے کہ یہ سورت توحید، رسالت، اخلاص اور صحف اور انبیاء پر نازل ہونے والی کتابوں پر مشتمل ہے اور اس میں نماز کا ذکر ہے، زکاۃ اور معاد کا ذکر ہے اہل جنت اور اہل دوزخ کا بیان ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں ہے ”رسول من اللہ یتلو صحفا مطہرة“ مذکور ہے۔

حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنے اصحاب میں سے ایک کے سامنے پڑھئے اور آپ ﷺ نے مجھے اختیار فرمایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لیا ہے، طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں آپ کا اور آپ کے نسب کا بھی نام لیا ہے، قرطبی کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے، یہاں ہمزہ استفہام للتعجب ہے کیونکہ یہ بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کا نام لے اور یہ تعیین کرے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ان کے سامنے پڑھیں، پس اس وجہ سے حضرت ابی رضی اللہ عنہ خوشی اور سرور کی شدت کی وجہ سے رونے لگے، علامہ نووی نے کہا کہ ان کا رونا خوف سے تھا کہ کہیں اس نعمت عظمیٰ کے شکر میں کوئی تقصیر نہ ہو جائے۔ ”واللہ اعلم“

(عمدة القاری: ج ۱۶، ص ۳۷۳)

## نماز تراویح کے پہلے امام

لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو روایت میں آتا ہے بخاری شریف باب فضل من قام رمضان امام بخاری رحمہ اللہ نے تراویح کے عنوان کے تحت حدیث نقل کی ہے حضرت عبدالرحمن بن عبدالقاری کہتے ہیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا فاذا الناس اوزاع متفرقون لوگ تراویح پڑھتے اور تراویح کیسے پڑھتے یصلی الرجل بصلوة ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا ویصلی الرجل ویصلی الرھط



بصلوتہ ایک آدمی الگ تراویح پڑھتا اور ایک جماعت الگ تراویح پڑھتی یصلی الرجل بنفسه ایک آدمی اکیلا پڑھتا ویصلی الرھط بصلوتہ ایک آدمی الگ ہوتا لوگ اس کے پیچھے ہوتے الگ الگ نماز پڑھتے اور دو دو چار ٹولیوں کی صورت کی میں نماز پڑھتے تو صحابہ الگ الگ تراویح پڑھتے جماعت کا اہتمام نہیں تھا۔ (بخاری)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: واللہ انی لاری لوجعت ہولاء علی قاری واحد لکان امثل اگر یہ لوگ الگ الگ تراویح نہ پڑھیں امام ایک ہو جائے اور سارے مل کر تراویح پڑھیں جماعت کے ساتھ پڑھیں مل کر پڑھیں تو کتنی زبردست تراویح ہو جائے۔ کیسا عمدہ ہو کہ لوگ الگ پڑھنے کی بجائے جماعت کے ساتھ پڑھیں۔

حضرت عمر بن خطاب نے پھر ان کو جمع کیا امام بخاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ثم عزم عبد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پختہ ارادہ کیا فجمعہم اور لوگوں کو جمع کر دیا علی ابی ابن کعب ابی بن کعب صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر بن خطاب نے امام بنایا باقی صحابہ کو پیچھے کھڑا کر دیا ایک امام باقی سارے مقتدی اب اکٹھے تراویح شروع ہوئی۔

بخاری شریف میں یہ نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کتنی پڑھائی امام بخاری رضی اللہ عنہ نے یہ بات تو فرمادی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر دیا تراویح کی نماز کتنی تھی یہ روایت ابوداؤد میں موجود ہے، یہ روایت سیر اعلام النبلاء میں موجود ہے۔ (سیر اعلام النبلاء جلد ۳ فی ۱۷۶)

جامع المسانید و سنن ابن کثیر کے اندر موجود ہے حضرت حسن بصری تابعی رضی اللہ عنہ

کہتے ہیں:

ان عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب فکان یصلی

بہم عشرين رکعة ویوتر بثلاث

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی ابن کعب کے پیچھے جمع

کر دیا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما تراویح بیس رکعات پڑھاتے تھے وتر تین پڑھاتے۔  
یہ عمر بن خطاب کا عمل تھا تراویح بیس رکعت شروع ہوگئی اور وتر تین رکعات  
شروع ہو گئے۔

### حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب کے مابین تنازع

#### دوران خلافت عدالت میں پیشی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے  
متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو  
تالٹ مقرر کر لیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کر  
لیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم  
تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کر دو۔ جب دونوں حضرات  
حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے  
پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المؤمنین! یہاں آئیے،  
حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت  
زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

هذا أول جورك جرت في حبيك أجلسني وخصني

(ابن جعد، المسند، الحدیث ۱۷۲۸)

”یہ پہلا ظلم ہے (جو تم نے اپنے فیصلے میں ظاہر کیا ایسی صورت میں) میں اپنے فریق  
کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا۔“

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ  
گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعویٰ ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
انکار کر دیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر

قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عدل و انصاف کرنے میں کسی سے بھی رعایت نہ برتتے تھے۔ آقا و غلام اور اپنے پرانے سب کے ساتھ یکساں سلوک ہوتا تھا۔ شروع شروع میں انتظامی اور عدالتی عہدے ایک ہی شخص کے ماتحت ہوتے تھے مگر بعد میں انصاف کا محکمہ الگ کر دیا گیا۔ اس محکمہ کو قضاء کا محکمہ کہتے تھے۔ تمام ضلعوں میں عدالتیں قائم کی گئیں اور قاضی مقرر ہوئے۔ مقدمات کا فیصلہ قرآن و سنت کی روشنی میں کیا جاتا اور اگر کسی معاملہ میں قرآن و سنت خاموش ہوں تو ایسی صورت میں اجتہاد سے کام لے کر فیصلہ کر دیا جاتا تھا۔





خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَ سَالِمٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ  
قرآن مجید کو چار اصحاب سے حاصل کرو جو عبد اللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب ہیں (بخاری)

حضور ﷺ

پیغمبر ﷺ کی

اس سورہ

تالیف مخرفیہ کا مندرجہ

پروگریسو بکس